مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلہ

انصار الدین

جلد ۱۷ نمبر ۶

نومبر و دسمبر ۲۰۲۰ء نبوت و فتح ۱۳۹۹ ہجری شمسی ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۴۲ ہجری قمری

اقْرَأْ

بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ، جس نے (سب اشیاء کو) پیدا کیا۔

(سورۃ العلق ۹۶:۲)





Huzoor e Aqdas (May Allah be his helper) has graciously given us the responsibility to construct and operate the Masroor Eye Institute in Burkina Faso, West Africa. This will, inshaAllah, be a state-of-the-art teaching eye hospital which is being built at this time with planned completion and opening in 2020. The cost of this project will be over 1 million pounds. Once complete this 'sadqa jaria' will benefit the whole of West Africa, providing premium eye treatments to thousands of patients every year. If you donate £10,000 or more, you will inshaAllah be invited to the inauguration ceremony. Donations of £5,000 or more will inshaAllah be acknowledged in the hospital.

MASROOR EYE INSTITUTE

ANY DONATION WELCOME

mei2020.org

PROJECTS

Supported by Majlis Ansarullah United Kingdom

Millions of people, including children, are suffering with an eye disease called "Cataract". They are at the risk of blindness if not treated in time.

Please donate wholeheartedly on behalf of yourself, your loved ones and for relatives who have passed away to partake from ongoing blessings of this 'sadqa jaria'.

GIFT OF SIGHT

For as little as £50 an operation, you can give the GIFT of SIGHT

FUNDING FOR FACILITIES

Members can request to fund specific facilities within the Institute. Please contact us on 020 8874 6630 for further details.

- 2 OPERATING THEATRES
- 8 BED WARD
- 250 SEAT AUDITORIUM
- 6 CONSULTATION ROOMS
- 6 PRIVATE ROOMS

SCAN HERE TO DONATE NOW



Payable to:

CHARITY WALK FOR PEACE
NatWest Bank
Account# 35190698 | SC 60-20-09
Online: **donation.charitywalkforpeace.org**


MASROOR EYE INSTITUTE

a gift of sight

GIVE SOMEONE A GIFT OF SIGHT

There are many visually impaired people around the world, but in low income countries, this exacerbates the effects of poverty.

DONATING IS SUPER EASY

You can donate via our online donation portal at
HTTPS://CHARITYWALKFORPEACE.ORG/MEI



SCAN & DONATE




HTTPS://WWW.JUSTGIVING.COM/CAMPAIGN/MEI

For as little as £50 an operation, you can give someone's back their sight.

DON'T DELAY – PLEASE DONATE TODAY!

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 17 نمبر 6 | مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ | نومبر و دسمبر 2020ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ سے یہ اعلان کروایا کہ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (آل عمران:32)

یعنی تو کہہ کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور بخش دے گا، تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

جس ہستی کا، جس شخصیت کا اللہ تعالیٰ سے یہ تعلق ہو کہ اس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے اور اس کے واسطے سے دعا مانگنے سے گناہ معاف ہو جائیں اس کا اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے کس قدر عظیم ہوگا اور اس کی عام باتوں کو بھی یقیناً خدا تعالیٰ دعا کے رنگ میں قبول کر لیتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس اظہار کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ مَیں بشری تقاضے کے تحت ایک عام بات بھی کروں تو وہ دعا کا رنگ اختیار کر سکتی ہے اور کسی دوسرے کے لئے ابتلا یا امتحان کا موجب بن سکتی ہے۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ شرط رکھی ہے کہ اے میرے پروردگار میں بھی ایک عام آدمی اور عام انسانوں کی طرح غصے میں آ جاتا ہوں اور خوش بھی ہوتا ہوں جس طرح دوسرے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ پس اگر میں کسی انسان کے بارے میں بددعا کروں اور وہ درحقیقت اس کا اہل نہ ہو تو میری یہ دعا ہے کہ اے میرے اللہ! میری یہ بددعا اس کی پاکیزگی اور قیامت کے دن درجات کی بلندی کا باعث بن جائے۔ پس یہ تھا آپ کو اپنے خدا پر اپنی دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں یقین۔ اور یہ اس لئے تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ محبوب اپنے محبوب کی ذرا سی بات کو بھی ٹال دے۔

آپ کے اس مقام کا دشمن کو بھی یقین تھا، وہ چاہے آپ کے خدا کی طرف سے ہونے کے قائل تھے یا نہیں یا دعا کی قبولیت کے قائل اس طرح تھے جس طرح ایک مسلمان ہوتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اکثر لوگ متاثر ہونے کے باوجود اپنی اَناؤں کے جال میں پھنس کر اس کو کچھ اور نام دیتے ہیں، یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے تعلق کی وجہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ تو بہرحال جیسا کہ میں نے کہا آپ کی بات کے پورے ہونے کے دشمن بھی قائل تھے، جبھی تو جنگِ اُحد میں ایک کافر نے آپ کے نیزے سے لگے ہوئے ہلکے سے زخم پر بھی شور مچا دیا تھا کہ مر گیا، مر گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اتنا ہلکا سا زخم ہے، اس سے تم کس طرح مر جاؤ گے؟ اس نے کہا کہ محمد ﷺ نے مجھے ایک دفعہ کہا تھا کہ تم میرے ہاتھ سے مرو گے تو آج اگر محمد ﷺ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو خدا کی قسم میں مر جاتا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ وہ اس زخم سے ہی چند روز میں مر گیا۔ آپ نے یہ جو دعا مانگی تھی کہ میری بددعا کا اگر کوئی اہل نہ ہو تو اسے دعا میں بدل دینا لیکن یہ دشمن اسلام اس بات کا اہل تھا، اس لئے اپنے انجام کو پہنچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119,118)

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 راگست 2006ء سے انتخاب)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن ایک اونٹ تین آدمیوں کے لئے مقرر تھا جو اس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی سواری میں حضرت ابولبابہؓ اور حضرت علیؓ شریک تھے۔ جب رسول کریم ﷺ کی (پیدل چلنے کی) باری آئی تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم بھی آپؐ کی باری پر پیدل چلیں گے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ نہ تو تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ ہی مَیں ثواب کے معاملہ میں تم دونوں سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند المکثرین من الصحابہ)

☆ حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مَیں نے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ: اے محمدؐ! تیرے صحابہ کا میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے آسمان میں ستارے ہوں۔ بعض بعض سے روشن تر ہیں لیکن نُور ہر ایک میں موجود ہے۔ پس جس نے تیرے کسی صحابی کی پیروی کی، میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب المناقب۔ مناقب الصحابہ۔صفحہ 554)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے، اصل طاقتور وہ ہوتا ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الادب)

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی کا بچہ وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی ہاں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے پھر کیا کہا؟ فرشتے بتاتے ہیں کہ اس نے تیری حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کو بیت الحمد کا نام دو۔ (ترمذی، کتاب الجنائز)

☆ مطعم بن عدی نے رسول کریم ﷺ کو طائف کے واقعہ کے بعد امان دی تھی اور بنو ہاشم کے مقاطعہ کے معاہدے کو ختم کروانے میں بڑا کردار ادا کیا تھا۔ اُن کے بارے میں حضرت محمد بن زبیرؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان بدبودار لوگوں کے بارے میں مجھ سے بات کرتے تو میں ان کو ان کی خاطر چھوڑ دیتا۔ (بخاری، کتاب فرض الخمس)

☆ اپنے خدام کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا کس قدر مشفقانہ سلوک تھا اُس کا اندازہ آپ ﷺ کے ایک خادم حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی لمبی روایت سے ہوتا ہے جو مسند احمد بن حنبل میں آئی ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے: آپؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: اے ربیعہ! شادی نہیں کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر دوسری دفعہ آپؐ نے دریافت فرمایا: اے ربیعہ! شادی نہیں کرو گے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ پھر سوچا کہ حضور میرا بھلا برا جانتے ہی ہیں اب دریافت فرمایا تو مثبت جواب دوں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار دریافت فرمایا تو آپ کے اثبات میں جواب دینے پر حضور ﷺ نے فرمایا: انصار کے فلاں خاندان کے پاس جاؤ اور میری طرف سے انہیں کہو کہ فلاں لڑکی سے تمہاری شادی کر دیں۔ ان کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے پیغام دینے پر ہی انہوں نے ان کی شادی کر دی۔

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا مزید بیان ہے کہ ان کے ولیمے اور مہر وغیرہ کا انتظام بھی آنحضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا اور حضور ﷺ ولیمے میں بھی شامل ہوئے اور دعا بھی دی۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المدنیین)

امام الکلام ۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

''**یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے** بلکہ استجابت دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان نہیں۔ کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الٰہی میں قدر اور عزت ہے۔ اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں۔ کبھی کبھی خدائے عزّ وجل اپنی مرضی بھی اختیار کرتا ہے۔ لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مقبولین حضرتِ عزّت کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہزار ہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ اگر میں سب کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب ہو جائے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 334)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''**دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے** کہ ابتدا سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اُس مرد فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جائے...... یہی دعا ہے جس سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے۔ دعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آجاتا ہے اور دعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور ان کا علم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیت دعا کا یقین غیب سے دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خدا شناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دُور پڑے ہوئے ہیں۔ نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلی کرتا اور اَنَا الْقَادِر کا الہام ان کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے **صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک وشبہات دور کر دیتا ہے** کیونکہ جو مقاصد بغیر دعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا کہ کیونکر اور کہاں سے اس کو حاصل ہوئے۔''

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240,239)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"ہر احمدی اس یقین سے پُر ہونا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ سچا ہے اور فتح انشاء اللہ ہمارا مقدر ہے۔ اور گزشتہ سو سال سے زائد کی جماعت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جماعت کا ہر قدم ترقی کی نئی منازل کی طرف اُٹھ رہا ہے۔ اس لئے مایوسی کی اور پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ جلسہ کے دنوں میں تو دعاؤں کی توفیق ملتی رہی، اب بھی جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا دعاؤں پر توجہ دیتے ہوئے گھروں میں جائیں۔ عبادت اور دعاؤں کی طرف توجہ رہے۔ ثابت قدمی دکھاتے رہیں۔ ان تمام نومبائعین سے میں کہتا ہوں کہ اپنے ثباتِ قدم کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ مخالفتوں کے باوجود زمانے کے امام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے والے بنیں تو اب اس امام کی بیعت میں آکر اپنے اندر پاک تبدیلیوں کے معیار بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں اور کبھی اپنے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دیں۔ دنیا کا کوئی خوف اور کوئی لالچ آپ کو اپنے عہدِ بیعت سے ہٹانے والا نہ ہو......

نومبائعین سے مَیں کہتا ہوں کہ آپ پر ذمہ داری بھی بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ ان مخالفتوں میں قربانیاں دیتے ہوئے احمدیت کا پیغام خدا کے حکم کے مطابق اُس کی تسبیح، تحمید اور استغفار کرتے ہوئے پہنچاتے رہیں گے اور اپنی اصلاح بھی کرتے رہیں گے۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرتے چلے جائیں گے، مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے اور دوسروں کے لئے بھی نمونہ بنیں گے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی، جنہوں نے ابھی تک احمدیت قبول نہیں کی، اُنہیں بھی احمدیت کی آغوش میں لانے کا باعث بنیں گے......

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت شاملِ حال ہو تو دشمن کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اس لئے آپ پورے یقین سے اس وعدے کے پورا ہونے پر ایمان رکھیں کہ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ یہ تھوڑی سی تکلیفیں یا کچھ نقصان ضرور رنگ لائیں گے۔ جو وہاں شہید ہوئے ہیں، اُن کے خون رائیگاں نہیں جائیں گے۔ جماعت احمدیہ کی سو سال سے زائد تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہر شہادت ہمیشہ رنگ لائی ہے بلکہ مَیں تو اس یقین پر قائم ہوں کہ صرف احمدی کا خون ہی نہیں رنگ لاتا بلکہ احمدی کو پہنچنے والی معمولی تکلیف بھی جس کا بعض دفعہ احساس بھی نہیں ہوتا، اس معمولی تکلیف کو بھی اللہ تعالیٰ بغیر نوازے نہیں چھوڑتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ یہ سلوک فرما رہا ہو تو پھر آپ کو فکر کرنے اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر تکلیف کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے برداشت کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب تمام مخالفتیں ہوا میں اُڑ جائیں گی اور مخالفتیں کرنے والے آپ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوں گے۔

...... پیدائشی اور پرانے احمدی جو ہیں اُن سے بھی مَیں کہتا ہوں کہ جہاں مَیں گزشتہ سالوں میں ہونے والے احمدیوں کو توجہ دلا رہا ہوں، وہاں آپ بھی اس طرف توجہ رکھیں۔ ان نئے آنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ سے نمونے پکڑنے ہیں۔ پس آپ لوگ میری ان باتوں سے باہر نہیں ہیں۔ آپ لوگ بھی عبادتوں کے معیار بلند کریں۔ حقوق العباد کے معیار بلند کریں۔ ایمان اور ایقان میں ترقی کریں۔ تسبیح و استغفار کی طرف بہت توجہ دیں۔ ورنہ آپ کے کسی فعل سے ٹھوکر کھانے والے نومبائع کی ٹھوکر کھانے کے آپ بھی ذمہ دار ہوں گے اور ذمہ دار ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ اُس کے آگے جھکے رہنے والے اور استغفار کرنے والے بنے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے طفیل جس امام سے نوازا ہے اور ہمیں اُس کو ماننے والا بنایا ہے، اُس کے ساتھ جو فضل مقدر ہیں اُن سے ہم فیضیاب ہونے والے ہوں۔ ہمارا کوئی فعل ہمیں جماعتی ترقیات اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھنے سے محروم نہ کر دے۔ پس اگر ہم نے احمدیت کے غلبہ کے دن اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے دیکھنے ہیں تو ہر بچے، بوڑھے، عورت، مرد، نو احمدی اور پرانے احمدی کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ ایک انقلاب اپنی زندگیوں میں لانا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھنا ہوگا۔"

(جلسہ سالانہ قادیان 2006ء سے خطاب)

اداریہ

مثبت زاویۂ نگاہ اور احساسِ شکرگزاری

علم نفسیات (سائیکالوجی) کی کلاس میں استاد نے میز پر پڑی ہوئی بوتل سے شیشے کے ایک گلاس میں پانی انڈیلا اور نصف گلاس بھر کر اُسے میز پر رکھ دیا۔ پھر اُس نے طلبہ سے مخاطب ہوکر گلاس کی کیفیت کسی کاغذ پر لکھنے کے لئے کہا۔ بعدازاں جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ طلبہ کی طرف سے دو مختلف جواب آئے تھے۔ کسی نے کہا تھا کہ آدھا گلاس پانی سے بھرا ہوا ہے اور کسی کا کہنا تھا کہ نصف گلاس خالی ہے۔ تب استاد نے طلبہ کو بتایا کہ اپنے مشاہدے کی بِنا پر جو رائے ہم قائم کرتے ہیں وہ دراصل ہماری سوچ کی عکاس ہوتی ہے۔ اور یہ سوچ ہماری دلی کیفیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

ایک ماہر نفسیات نے لکھا ہے کہ جب تک کسی انسان کی سوچ مثبت اور ہمت جواں رہتی ہے وہ پہاڑوں سے ٹکرانے اور دریاؤں کا رُخ موڑنے کی باتیں کرتا ہے اور کسی بھی مشکل اور خطرناک کام سے گھبرانے کی بجائے اس کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرتا ہے۔ مثبت سوچ کے حامل اچھے ساتھی اور رہنما ہوتے ہیں جو دوسروں کی عملی مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ ہر خدمت کے لئے نہ صرف خود لبّیک کہتے ہیں بلکہ دوسروں کی ہمّت بڑھانے اور منفی سوچ کے اسیر اپنے ساتھیوں کو مایوسی اور پست ہمّتی کی کیفیت سے نکال کر امید، سکون اور رہنمائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ایک معروف حکایت یوں بیان کی گئی ہے کہ کسی شخص نے سال کے اختتامی لمحات میں اپنا قلم اٹھایا اور ایک کاغذ پر لکھنے لگا:

= گزشتہ سال میرا آپریشن ہوا اور پِتا نکال دیا گیا، بڑھاپے میں ہونے والے اس آپریشن کی وجہ سے مجھے کئی ہفتے تک بستر کا ہوکر رہنا پڑا۔

= اسی سال میری عمر ساٹھ سال ہوئی اور مجھے اپنی پسندیدہ اور اہم ترین ملازمت سے سبکدوش ہونا پڑا۔ میں نے نشرواشاعت کے اس ادارے میں اپنی زندگی کے تیس قیمتی سال گزارے۔

= اسی سال ہی مجھے اپنے والد صاحب کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا۔

= اسی سال ہی میرا بیٹا میڈیکل کے امتحان میں فیل ہوگیا، جس کی واحد وجہ اس کی کار کا خوفناک حادثہ تھا جس میں زخمی ہوکر اُسے کئی ماہ تک پلستر کرا کر گھر میں رہنا پڑا، کار کا تباہ ہوجانا علیحدہ سے نقصان تھا۔

اس صفحے کے نیچے اُس نے لکھا: آہ! میرے اور میرے گھر والوں کے لیے یہ کیا ہی بُرا سال تھا۔

ایسے میں اُس کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ اُس کا خاوند غمزدہ چہرے کے ساتھ خاموش بیٹھا خلاؤں میں گُھور رہا تھا۔ اُس نے خاوند کی پشت کے پیچھے کھڑے ہوکر سامنے رکھے کاغذ پر مذکورہ بالا تحریر دیکھی تو ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر ایک دوسرے کاغذ پر کچھ دیر قلم چلانے کے بعد خاموشی سے اپنا نوٹ اپنے خاوند کے سامنے رکھ دیا اور خود خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کچھ ہی دیر میں اُس کا خاوند اپنی بیوی کا رقعہ ہاتھ میں تھامے مسکراتا ہوا باہر آیا اور دالان میں کرسی پر بیٹھی ہوئی اپنی بیوی کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ پر اپنی بیوی کی لکھی ہوئی عبارت کو آہستہ آہستہ پڑھنے لگا۔ لکھا تھا:

= گزشتہ سال میں آخرکار مجھے اپنے پتّے کے اُس درد سے نجات مل گئی جس کے کرب میں مَیں کئی سالوں سے مبتلا تھا۔

= امسال مَیں اپنی پوری صحت مندی اور سلامتی کے ساتھ ساٹھ سال کا ہوگیا۔ تیس سالوں کی ریاضت کے بعد مجھے اپنی ملازمت سے ریٹائرمنٹ ملی ہے تو اب مَیں مکمل یکسوئی اور راحت کے ساتھ اپنا وقت کچھ بہتر لکھنے کے لیے استعمال کرسکوں گا۔

= اسی سال میرے والد پچاسی سال کی عمر میں، بِنا کسی پر بوجھ بنے اور بغیر کسی بڑی تکلیف کے، آرام کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

= اسی سال اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو ایک نئی زندگی عطا فرمادی اور ایسے حادثے میں جس میں فولادی کار تباہ ہوگئی تھی مگر میرا بیٹا کسی معذوری سے بچ کر زندہ وسلامت رہا۔

آخری فقرہ جو اُس کی بیوی نے اپنی تحریر مکمل کرتے ہوئے رقم کیا تھا، وہ یوں تھا کہ: الحمدللہ۔ یہ ایک ایسا سال تھا جسے اللہ نے میرے اور

میرے اہلِ خانہ کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا اور جو بخیر و خوبی گزرا۔

پس غور کیجیے کہ ایک ہی جیسے حوادث و احوال کو منفی یا مثبت نظر سے دیکھنے اور سوچنے سے بالکل مختلف نتائج مترتّب ہوتے ہیں۔ لیکن ایک مختلف نقطہ نظر سے۔ گویا اگر ہم صرف اپنی سوچ کا زاویہ بدل لیں تو ہم نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شاکر بن جائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق شکر گزار کی نعمتوں میں جو اضافہ کیا جاتا ہے، اُس کے حقدار بھی قرار پائیں گے۔ اسی پس منظر میں اب ذرا اپنے اختتامی ایام میں داخل ہوتے ہوئے سال 2020ء پر غور کیجیے۔

یہ وہ سال ہے جب دنیا میں Pandemic کی اصطلاح متعارف ہوئی۔ ’کرونا‘ کے نام سے ایک ایسی عالمی بیماری کا ظہور ہوا جس نے رواں دواں انسانی زندگی کو ہلا کر رکھ دیا، خوف اور دہشت کی لہر نے ہر سطح پر بدامنی کو فروغ دیا، اقتصادیات کی کمر توڑ دی اور سب سے بڑھ کر صحت کے شعبے میں تو اس وبا نے مسائل کے انبار کھڑے کر دیے ہیں اور سارے شعبہ ہائے صحت کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ بین الاقوامی تجارت اور سیاحت سمیت تمام صنعتوں نے عالمی معیشت کا رُخ بدل دیا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے بہت سے پیارے بھی ہم سے جدا ہو گئے اور بعض کی روزمرّہ زندگی مفلوج ہوتی ہوئی نظر آئی۔ بے شمار چھوٹے بڑے جو منزل مقصود کی طرف رواں دواں تھے اُن میں سے بعض کو منزل دھندلی دکھائی دینے لگی۔ پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کے اثرات نے اُن کے ذہنوں کو جکڑ کر اُن کی سوچ ہی بدل ڈالی جس کے نتیجے میں گویا انسانی مشقّت میں اچانک کئی سو گُنا اضافہ ہو گیا۔

لیکن اب ان حالات کو خدا تعالیٰ کے افضال و انعامات کے پس منظر میں بھی دیکھیں۔ خوف و خطر سے لبالب اِس دنیا میں ہم احمدیوں پر خدا تعالیٰ کا کس قدر عظیم احسان ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ایک زندہ خدا سے متعارف کروایا اور پھر اُس کی محبت اور اُس کی صفات حسنہ کو ایسے منفرد انداز میں پیش فرمایا جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان لانا اور اُس سے زندہ تعلق قائم کرنا احمدیوں کے لئے نہ صرف آسان ہو گیا بلکہ یہی زندگی کا حقیقی مقصد قرار پایا۔ پھر بحیثیت جماعت، ہمارا طرزِ عمل اُس مثبت سوچ کا عکاس ہے جسے خلفائے عظام نے ایک صدی سے زائد عرصے میں پروان چڑھایا ہے۔ چنانچہ زمانے کے حالات کچھ بھی رہیں، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو روحانی امام ہمیں عطا فرمایا ہے اُس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے خوف کو امن میں بدلنے کی ضمانت بھی دی ہے۔ پس ہماری فلاح کے لئے منتخب یہ وجود ہر مشکل دَور میں نہ صرف اپنی عاجزانہ دعاؤں سے ہمارے حوصلے بلند رکھنے کی سعی کرتا ہے بلکہ ہماری دنیاوی ضرورتوں کے پیش نظر بھی گرانقدر ہدایات سے نوازتا ہے۔ کبھی خوراک اکٹھی کرنے کا مشورہ دیتا ہے اور کبھی ہماری جسمانی اور ذہنی تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے ہومیو پیتھی طریقہ علاج تجویز فرماتا ہے۔ پھر اپنے عالمی نظام کے ذریعے اس امر کو یقینی بناتا ہے کہ بنی نوع انسان عموماً اور اُس کے روحانی غلام خصوصاً، خیر و عافیت کے حصار میں آ جائیں۔ پس جب ساری دنیا انتشار اور افتراق کا نظارہ پیش کرنے لگتی ہے تو ایسے میں خلیفہ وقت کے لئے اُس کی جماعت، اُس کے غلام، یعنی ہم احمدی ہی اُس کا قیمتی سرمایہ بن جاتے ہیں۔ وہ پاک وجود ایک مادرِ مہربان کی طرح ہماری خاطر اپنا آرام و آسائش قربان کرتا ہے۔ اُس کی اس بے لَوث محبت اور دعاؤں کے اثرات زمین کے کناروں تک بسنے والے خلافتِ عظمیٰ کے غلام محسوس کرتے ہیں اور عقیدت سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

پس اس غیر معمولی دَور سے گزرتے ہوئے ہمیں بھی اپنے آقا کی اقتدا میں دعاؤں پر خاص توجہ دینی چاہیے اور اس سلسلے میں دو امور پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ اوّل: اپنے اُس محسن آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی خاص دعائیں وقف کیے رکھیں جس نے ہمارے لئے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا ہے۔ دوم یہ کہ اپنے قول و فعل سے اہلِ دنیا کو بھی اُس زندہ خدا کی طرف بلائیں جو تمام صفات حسنہ کا مالک ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جس عظیم الشان مقصد کو لے کر مبعوث ہوئے تھے اُس مقصد کے حصول کے لئے ہم بھی اپنی کوششوں کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیں تا کہ مخلوق کا اپنے خالق سے زندہ تعلق قائم ہو جائے اور بنی نوع انسان پر اُس ربّ کریم کا وہ ابر رحمت برسنے لگے جو دورِ حاضر میں آفاتِ زمینی و سماوی میں مبتلا جاں بلب انسانیت کو خلافتِ حقّہ کی آغوش میں لا کر آبِ حیات سے سیراب کر دے اور اُن کا ہر خوف بھی امن میں بدل جائے۔ آمین

(محمود احمد ملک)

تربیتِ اولاد کے لئے خلفائے کرام کا انداز اور ارشادات

(مظفر احمد درّانی مربی سلسلہ)

(دوسری اور آخری قسط)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اُسوہ اور ارشادات

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ تربیت حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے اپنی خاص نگرانی میں فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے جس انداز میں اپنے بچوں کی تربیت اور ساری جماعت کی رہنمائی فرمائی، اس کا ذکر مقصود ہے۔

خدا پر توکل کی تعلیم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں قادیان میں مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر تھا۔ ایک دن عصر کے بعد کسی دور کے محلّہ میں کوئی پروگرام رکھا گیا تھا جس میں میں نے شامل ہونا تھا۔ گھر میں میری بیٹی امۃ الشکور بڑی سخت بیمار تھی، اسے اس شدت کے اسہال آرہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا وزن نصف ہو گیا، بدن کا سارا پانی نچڑ گیا۔ میری طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنا پروگرام کینسل کروں اور بچی کے پاس ٹھہرا رہوں۔ میں نے ہومیوپیتھی کی ایک دوائی بچی کے منہ میں ڈالی اور اپنی بیوی منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے پاس رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ میں بچی کو اسی حال پر چھوڑ کر جماعتی پروگرام پر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اللہ کی شان دیکھیے کہ بچی صحت مند ہو چکی تھی۔

(ماہنامہ مصباح، سیدنا ناصر نمبر جون و جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۲۸۰)

حضورؒ کے بڑے صاحبزادے محترم مرزا انس احمد صاحب اپنے ایک مضمون میں مختلف واقعات بیان فرماتے ہیں جن میں سے چند منتخب واقعات پیش ہیں:

انانیت کا توڑ

''میں نے جب ایف اے کیا تو آپ کو نہ جانے کیسے خیال ہوا کہ شاید میرے دل میں اَنا کا عنصر ہے، اس زمانہ میں ایک کمپنی تھی جو لکڑی کی کیسنگز (casings)، جن میں سے بجلی کی تاریں گزاری جاتی ہیں، بنایا کرتی تھی۔ آپ نے ایک ماہ کے لئے مجھے وہاں روزانہ دیہاڑی پر ملازم رکھوا دیا اور میرا کام کیسنگ پر پالش کرنا تھا۔ چنانچہ میں پالش کرنے والوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر ایک ماہ تک یہ کام کرتا رہا۔''

تربیت اور دلجوئی کا امتزاج

''مسجد بشارت سپین کی سنگ بنیاد کے لئے جاتے ہوئے میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری آپ کے ساتھ تھا۔ ملاگا ائرپورٹ پر امیگریشن والوں نے بعض وجوہ کی بنا پر پاسپورٹ clear کرنے میں دیر کر دی، آپ اور امّی لاؤنج میں ٹہلتے رہے، جب زیادہ دیر ہو گئی تو آپ نے مجھ سے خفگی کا اظہار کیا اور ہلکی سی ڈانٹ بھی پلا دی۔ اس پر میں اپنے مان اور ناز سے آپ سے روٹھ گیا۔ فرائض پورا کرنے اور خدمت میں تو کوئی کمی نہیں کی لیکن رنجیدہ خاطر رہا۔ کچھ دنوں کے بعد امّی نے آپ سے کہا کہ ''آپ نے خواہ نخواہ ڈانٹ دیا، وہ روٹھا ہوا ہے'' پھر آپ میری تربیت اور دلجوئی out of the way بھی جا کر کرتے رہے اور جیسے محبت کا اظہار پہلے برملا نہیں کیا کرتے تھے اب بے اختیار برملا ہونے لگا۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔''

بطور چپراسی تقرر

''آپ نے مجھے خلافت لائبریری میں مولوی محمد صدیق صاحب، جو اس وقت لائبریرین ہوتے تھے، کے ساتھ مددگار کارکن یعنی چپراسی لگوا دیا، یہاں سے مجھے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی یہاں میں نے ایک ماہ کام کیا اور میرا کام یہ ہوتا تھا کہ میں روزانہ الماریوں میں کتابوں کی جھاڑ پونچھ کرتا اور لائبریری کی صفائی کرتا تھا۔''

کامیابی پر حوصلہ افزائی

''میٹرک کے بعد میں نے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں یا یوں کہیں کہ اپنی زندگی میں پہلی تقریر کی تو اپنے معیار میں بھی اور باقی دونوں معیاروں میں بھی اوّل آیا۔ آپ اس وقت صدر خدام الاحمدیہ تھے۔ اسی طرح جب میں نے جلسہ سالانہ میں پہلی تقریر کی تو ان دونوں مواقع پر خوشی کا اظہار مجھے اب تک یاد ہے۔ جس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔''

دلجوئی کا انداز

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف کی تحریک کی تو میں نے آپ اور امّی کو بتائے بغیر اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اگلے ہی خطبہ جمعہ میں آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ میرے وقف کی منظوری کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد میں جب آپ سے ملا تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ مسکرائے اور مجھے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ لیکن میں دل میں جانتا تھا کہ میرے وقف پر آپ کو کس قدر خوشی ہوئی ہے۔'' (ماہنامہ مصباح سیدنا ناصر نمبر جون جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۲۸۳)

رونا نہیں بلکہ مسکراؤ

۱۹۵۳ء میں جب آپ کو گرفتار کر کے لے جایا جانے لگا تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنے بچوں مرزا انس احمد صاحب، امۃ الشکور صاحبہ، امۃ الحلیم اور مرزا فرید احمد صاحب سے فرمایا کہ گھبرانا نہیں بلکہ مسکراؤ اور اپنی امّی کے سامنے جا کر رونا نہیں، نہ ان کو کچھ کہنا ہے۔ کیونکہ ان دنوں بچوں کی والدہ مرزا لقمان احمد صاحب کی پیدائش کے لئے ہسپتال داخل تھیں۔ (ماہنامہ مصباح سیدنا ناصر نمبر صفحہ ۲۷۱)

تربیت کا انوکھا انداز

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

''ہم بچوں کی چھوٹی معصوم نادانیوں کو Enjoy بھی کرتے تھے اور بلا وجہ روک ٹوک نہیں ہوتی تھی، خاص طور پر ابّا بالکل بھی نہیں ڈانٹتے تھے۔ تربیت کا انداز

بڑا انوکھا تھا، حضرت اماں جان والا یعنی Indirect طریقہ پر۔ کبھی یوں نہیں کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ بری بات ہے، اس طرح نہیں کرتے بلکہ باتوں باتوں میں کبھی حدیث سنا دیتے، کبھی بزرگوں کی کوئی مثال دے دیتے۔ ایک بار کھانا کھاتے ہوئے کسی بات پر کہنے لگے '' حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچوں کو بھی اور مجھے بھی کہا کرتیں کہ میرے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اس لئے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا یہ کہا کہ کبھی اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی'' یہ کہہ کر ہمیں اس نظر سے دیکھا گویا یہی اعتماد میں اپنے بچوں پر بھی رکھتا ہوں۔ یہ بات شاید میں بچپن سے سنتی آ رہی تھی کہ مجھے جھوٹ سے ایک طرح کی نفرت ہوگئی۔'' (ماہنامہ مصباح سیدنا ناصر نمبر جون و جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۱۲)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشادات

ہم نے بچوں کی تربیت کرنی ہے

'' ہمارے اپنے بچے پیدا ہوئے ہیں اور جوان ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کی تربیت کرنی ہے، ہم نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھانی ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں میں اس نور کو پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ ہم نے ان کو بتانا ہے کہ قرآن عظیم کتنی عظیم کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی محقق اور کوئی عالم ہمارے سامنے آکر اسلام کے خلاف بات نہیں کرسکتا اور نہ صرف یہ کہ ہم نے اس کا اسلام پر حملہ رد کرنا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ بشارت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو اس قدر قابلیت دے گا کہ نہ صرف یہ کہ اسلام پر جو حملے ہوں گے وہ ان کا دفاع کرسکیں گے بلکہ علمی میدانوں میں اور عقل کے میدانوں میں وہ دوسروں کے خیالات پر جارحانہ حملے کریں گے اور ان کے خیالات اور ان کے عقائد اور ان کی تحقیق کا بودا پن اور غلطیاں ان پر ظاہر کریں گے۔''

(خطابات ناصر جلد دوم صفحہ ۱۹۰ از: نظارت اشاعت ربوہ ۲۰۱۰ء)

نیکی کی بنیاد بچپن میں

'' نیکی کی بنیاد بچپن ہی میں پڑ سکتی ہے کیونکہ ساری عادتیں بچپن ہی میں پڑتی اور پختہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ذریتِ طیبہ بننے کے لئے اور نیکی کی بنیاد کو قائم کرنے کے لئے جسم کی اور کپڑوں کی صفائی ہے۔ ...... غرض بچپن کا زمانہ ہی بنیادوں کو قائم کرنے کا ہے اور بچپن ہی میں نیکی کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے۔ ہمیشہ آپ بچوں کو یہ وعظ اور نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ صاف رہا کرو۔ مناسب وقتوں پر نہانا ضرور چاہیے تاکہ جسم کی گندگی دور ہوجائے۔ جسم کے جو حصے ہر وقت ننگے رہتے ہیں۔ مثلاً چہرہ ہے، ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، ان کو کم از کم پانچ بار وضو کرتے ہوئے اچھی طرح دھونا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی پر اس قدر زور دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے ٹخنوں کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ۔ یہ نہ ہو کہ دھوتے وقت بے خیالی میں پاؤں کے کچھ حصے بغیر دُھلے کے رہ جائیں اور اس طرح تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لو۔'' (مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹۔ از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

اگلی نسل کو ذریتِ طیبہ بنائیں

'' غرض ہم سرسبز علاقے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ اگر تم اپنی نسل میں نیکی کی بنیاد کو قائم کرکے اگلی نسل کو ذریتِ طیبہ بنانے کی کوشش نہیں کروگے، اس حد تک جتنا تمہارے ہاتھ میں ہے، جتنی تمہارے لئے ممکن ہے تو پھر میں یہ سرسبز علاقے بنجر کردوں گا۔ پھر یہ نعمتیں یہاں نازل نہیں ہوں گی۔ پس ہمیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں سے ہمیں یہ ایک سرسبز علاقہ ملا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے گناہوں کے نتیجہ میں یہ سرسبز علاقہ بنجر بن جائے...... میں آپ سے تمثیلی زبان میں باتیں کر رہا ہوں۔''

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ ۲۴۳، از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مرقعِ قول و عمل پر کاربند ہونے کی توفیق و صلاحیت عطا فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا اُسوہ اور زریں ہدایات

غریبوں کی ہمدردی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچوں کو دوسروں کی مدد کرنے کی تربیت کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بارہ میں فرماتے ہیں:'' میں نے بھی اسی سنت پر عمل کرکے اپنی بچیوں کی تربیت کی ہے۔ ان کو جب میں کوئی چیز کھانے کو دیتا تھا تو اکثر لے کر باہر نکل جاتی تھیں اور نوکروں وغیرہ کو اور دوسروں کو ساتھ شامل کرلیا کرتی تھیں۔ تو آپ کو بھی بچپن سے ہی اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی چاہیے کہ جب کوئی اچھی چیز کھائیں تو ساتھ غریبوں اور دوسروں کو بھی شریک کرلیا کریں۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ ۳ مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ ۵)

اندازِ تربیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بچیوں کو زمینوں پر لے جاتے اور ساتھ ساتھ انہیں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کیونکہ آپ کو یہ نکتہ خوب معلوم تھا کہ بچے کے ذہن پر ہر چیز نقش ہو رہی ہوتی ہے جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔ آپ انہیں قرآن کریم سے ماخوذ کہانیاں بھی سونے سے پہلے سنایا کرتے تھے۔ آپ کی بیٹی محترمہ فائزہ بیان کرتی ہیں کہ آپ نے بچپن میں ہی قرآن کریم میں مذکور تمام کہانیاں اپنے ابا سے سن رکھی تھیں۔ جو تربیت کا بہت اچھا انداز تھا۔ اسی بات کی آپ والدین کو تلقین کیا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو قرآنی کہانیاں سنایا کریں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۴۵)

نمازِ فجر کے لئے بچوں کو جگاتے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نمازِ فجر سے قبل اپنی بچیوں کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے۔ آپ انہیں جگا کر پھر ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے واپس یہ دیکھنے نہیں آتے تھے کہ وہ بیدار ہوئیں یا نہیں۔ ایک بار جگانے کو ہی کافی سمجھتے تھے۔ اسی اعتماد کی وجہ سے ہی بچیاں اپنی ذمہ داری کو پورا کیا کرتی تھیں۔

(ایک مردِ خدا صفحہ ۲۲۲، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ ۱۹۹۶ء)

دستِ بدعا

ایک دفعہ بہت سی لڑکیوں نے امتحان میں کامیابی کے لئے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ کی چھوٹی صاحبزادی نے بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس پر اگلے دن آپ نے اپنی بیٹی سے بہت اظہارِ خوشنودی فرمایا اور کہنے لگے کہ''

میں تمہاری اور تمہاری تمام سہیلیوں کی کامیابی کے لئے ضرور دعا کروں گا۔ ہر قدم پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہی رہنا چاہیے۔''

(ایک مردِ خدا صفحہ ۲۲۲، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ ۱۹۹۶ء)

تربیت کا ایک عجیب انداز

محترمہ صاحبزادی فائزہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی تربیت کا ایک اور بہت عجیب انداز تھا جو میں نے عام طور پر باقی گھروں میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کہیں باہر سے تشریف لاتے تو پہلے دن وہ تحائف نہ دیتے جو آپ بچوں کے لئے لائے ہوتے بلکہ اگلے دن وہ چیزیں ہمیں ملا کرتیں۔ ایک دفعہ میں نے ابّا سے آتے ہی پوچھ لیا آپ ہمارے لئے کیا لائے ہیں؟ آپ نے کہا دیکھو! تمہاری بڑی بہن نے تو مجھ سے یہ نہیں پوچھا بس اسے تو مجھے ملنے کی خوشی ہی کافی لگ رہی ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں تحائف پہلے دن اس لئے نہیں دیتا کہ اصل خوشی کی بات تمہارے لئے یہ ہونی چاہیے کہ باپ اتنی دیر کے بعد گھر آیا ہے اور تم سے ملا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل اہمیت اور محبت دینے والی ہستی کی ہونی چاہیے اس مادی چیز کی نہیں۔ یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ جب بھی خدا کی کوئی نعمت تمہیں ملے تو اس نعمت کی شکر گزاری تمہیں خدا کی محبت کی طرف لے جائے کیونکہ اصل دینے والا اور تمام نعمتوں کا مالک خدا ہی ہے۔ (ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ و اپریل ۲۰۰۴ء صفحہ ۲۲۳)

ٹیلی ویژن کا صحیح استعمال

چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ جو ایک سادگی پسند، مرتاض اور محتاط احمدی بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ہاں کھانے کی دعوت میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ یہ انتخابِ خلافت سے پہلے کی بات ہے۔ حضرت صاحبزادہ کے ہاں ٹیلی ویژن سیٹ دیکھا تو بہت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بے ساختہ پکار اٹھے: ''میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ بھی ان فضول مشاغل کا شکار ہو گئے ہیں؟''

حضورؒ فرماتے ہیں میں نے انہیں کچھ یوں جواب دیا:

''نہیں، مَیں ان مشاغل کا شکار نہیں ہوا، البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور میرے نقطہ نظر میں فرق ہے۔ میری سوچ آپ سے بہت مختلف ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ٹیلی ویژن میں فقط خرابی ہی خرابی ہے، کوئی خوبی سرے سے ہی نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ پروگرام یقیناً نامناسب ہوتے ہیں لیکن اگر آپ ٹیلی ویژن پر مکمل قدغن لگا دیں اور اسے دیکھنا ممنوع قرار دے دیں تو جانتے ہیں کیا ہوگا؟ ذرا سوچئے تو سہی۔ کیا اس صورت میں ہم نوجوانوں کی فطرت کے خلاف اعلان جنگ نہیں کر رہے ہوں گے؟ اگر بچوں کے لئے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھنا شجرِ ممنوعہ بن جائے تو وہ اسے اپنے گھر میں دیکھنے کی بجائے کسی ہمسائے کے گھر میں جا کر دیکھ لیں گے۔ اس طرح ہم انہیں منافقت اور دوغلے پن کی تربیت دے رہے ہوں گے اور بچے ماں باپ کی نظر بچا کر ایک مجرمانہ احساس کے ساتھ چوروں کی طرح اپنے جذبات کی تسکین کے سامان تلاش کرنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت خطرناک راستہ ہے جس پر قدم مارنے کے نتائج بھیانک اور افسوسناک ہو سکتے ہیں۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اپنے بچوں کو اپنے گھر میں اپنی نظروں کے سامنے ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت دے دوں تا کہ ضرورت پڑنے پر میں ان کی راہنمائی کر سکوں اور بچے بھی جب چاہیں مجھ سے مشورہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب اکٹھے بیٹھتے ہیں اور ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ ڈراموں اور پروگراموں کو مل کر دیکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے کچھ پروگرام ناپسندیدہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھنا میں ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا۔ لیکن ہوتا یوں ہے کہ میں پروگراموں پر تبصرہ بھی کرتا جاتا ہوں۔ اس طرح پسند یا ناپسند کا معقولی رنگ میں اظہار بھی ہو جاتا ہے اور بچوں کو علم ہو جاتا ہے کہ میری ان پروگراموں کے بارے میں کیا رائے ہے اور میری رائے اور میرے نقطہ نظر کے مناسب اظہار سے نہ صرف متاثر ہوتے ہیں بلکہ ان کی اس قسم کے پروگراموں میں دلچسپی ماند پڑ جاتی ہے اور وہ ان کے کھوکھلے پن کے قائل ہو جاتے ہیں، ان کی دلچسپی اور ذوق وشوق کا رخ بدل جاتا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اگر میں ان پر خشک سختی کرتا تو وہ میری پسند ناپسند کا احترام کرنے کی بجائے اس کے خلاف بغاوت کے مرتکب ہو جاتے۔''

حضورؒ فرماتے ہیں کہ چوہدری صاحب کو میرے اس جواب سے اندازہ ہو گیا کہ میں کن خطوط پر اپنے بچوں کی تربیت کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔

(ایک مردِ خدا صفحہ: ۲۳۶ تا ۲۳۸، از آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ ۱۹۹۶ء)

ہم اکٹھے کھیلتے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بچیوں کی کھیل کھیل میں تربیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم اکٹھے کھیلتے، ایک دوسرے کو بھاگ کے پکڑتے، درختوں پر چڑھنے کے مقابلے ہوتے، آنکھ مچولی کا کھیل بھی ہوتا۔ جب بچیوں سے کھیلتا تو یوں لگتا جیسے میں ان کا ہم عمر ہوں۔ یہ کھیل میرے لئے کیا تھے، تفریح کی تفریح اور آرام کا آرام اور دلی مسرتوں کا خوان یغما۔'' (ایک مردِ خدا صفحہ ۱۲۸، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ ۱۹۹۶ء)

محبت بھرا دوستانہ ماحول

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی بیٹی رقم فرما ہیں کہ

''اگر ہم کبھی ابّا جان کو ہنسی مذاق میں چھیڑتیں تو بڑے خوش ہوتے۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ میری بہن فائزہ نے سوائے ایک ٹافی کے، ڈبے کی ساری ٹافیاں کھا لیں اور ان کی جگہ بالکل انہیں کی طرح کنکر لپیٹ کر انہیں اس صحیح سلامت اکلوتی ٹافی کے ہمراہ ڈبہ میں رکھ کر ڈبہ ابّا جان کی میز پر سجا یا۔ اور بڑا سا سوالیہ نشان بھی ڈبے پر لگا دیا اور خود بڑی بے تابی سے انتظار کرنے لگیں کہ دیکھئے اب ابّا جان کیا کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتی ہیں کہ ڈبہ اپنی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اب کی بار اس کے ساتھ ایک پرچہ بھی منسلک تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے: 'میں نے اپنے حصہ کی ایک ٹافی کھا لی ہے۔ باقی ٹافیاں آپ کھا لیں'۔ غور سے دیکھا تو وہ اکلوتی ٹافی غائب تھی۔'' (ایک مردِ خدا صفحہ ۲۱۲، از: آئن ایڈم سن، اردو ترجمہ ۱۹۹۶ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات

بیٹے اور بیٹی میں توازن ہو

''ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پاک معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور

عورتوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ایسی کریں اور خصوصاً لڑکوں کی کہ جب وہ بڑے ہوں تو وہ اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرنے والے ہوں۔ آج کی مائیں کل کے مرد پیدا کرنے والی مائیں ہیں۔...... ماں نے تربیت ایسی کی ہے لڑکوں کی کہ ان کو خدا بنا دیتی ہیں، ان کو متکبر کر دیتی ہیں، ان کے نخرے زیادہ اُٹھاتی ہیں اور لڑکیوں پر ان کو فضیلت دیتی ہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کو پاگل بنا دیتی ہیں۔ وہ مائیں جن کی غلط تربیت بعد میں عورتوں کے سامنے آتی ہے؛ گویا فی الحقیقت آخری شکل میں عورت، عورت پر ظلم کرتی ہے۔ ہمیشہ ایسے گھر جہاں لڑکے کو خدا بنایا جا رہا ہو اور اس کو لڑکیوں پر فضیلت دی جا رہی ہو، اس کے سب نخرے برداشت کئے جا رہے ہوں، اس کو سب چھٹیاں دی جا رہی ہوں۔ ایسے لڑکے جب بڑے ہو کر مرد بنتے ہیں تو ہمیشہ دوسری لڑکیوں کے لئے ایک مصیبت بن جاتے ہیں۔...... پس اگر آپ نے اپنے اوپر رحم کرنا ہے تو اپنے لڑکوں کی صحیح تربیت کریں اور عورت کے حقوق ان کو بچپن سے بتائیں اور اپنی بہنوں کی عزت کرنا ان کو سکھائیں اور نگران رہیں اس بات پر کہ ان سے وہ سخت کلامی بھی نہ کریں۔ اگر ایسے لڑکے آپ پیدا کریں گی اور ایسے لڑکے پروان چڑھائیں گی تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا احسان آئندہ نسلوں پر بڑا بھاری ہوگا۔ نسلاً بعد نسلٍ احمدی بچیوں کو اچھے خاوند عطا ہوتے رہیں گے۔ نیک دل، محبت کرنے والے، خیال رکھنے والے، قربانی کرنے والے، ایسے خاوند عطا ہوتے رہیں گے جیسا خاوند ہم نے آنحضرت ﷺ کی صورت میں دیکھا۔'' (خطاب لجنہ کینیڈا، ۶ جولائی ۱۹۹۱ء)

جھوٹ کی حوصلہ شکنی کریں

''اگر کوئی بچہ مذاق میں بھی جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ پر بھی آپ بالکل نہ ہنسیں۔ بلکہ حیرت سے دیکھیں اور اسے کہیں: یہ تم کیا بات کر رہے ہو، یہ مذاق کا قصہ نہیں ہے۔ مذاق کرنا ہے تو سچے مذاق کرو۔ ایک دوسرے کو لطیفے سناؤ اور اس قسم کی باتیں کرو جن سے حاضر جوابی کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ جھوٹ بولنے سے مذاق کا کیا تعلق، یہ تو گندگی ہے۔ جہاں بھی جھوٹ دیکھیں وہاں اس کو دبائیں اور اُس کی حوصلہ شکنی کریں۔'' (مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ ۳۴۵۔ از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

ٹوپی پہننے کی عادت کا فائدہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بچپن سے ہی ٹوپی پہننے کی عادت کے فائدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ جو رواج ہیں یہ قوم کے اچھے اخلاق اور قومی روایات کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو معمولی سمجھ کر بھلا نہیں دینا چاہئے، ورنہ آج جو ننگے سر بچے بڑے ہو رہے ہیں ان کے متعلق اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر کئی قسم کی خرابیوں کا شکار ہو جائیں۔ پھر اگر مغربی تہذیب کہے گی کہ سر منڈوانا شروع کر وا اور اُسترے پھرواؤ اور SKIN HEAD (سکن ہیڈ) بن کر نکلو۔ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بڑے ہو کر سر مونڈنے ہیں۔ لیکن جن کو بچپن سے ٹوپی پہننے کی عادت ہو، ٹوپی ان کی حفاظت کرے گی۔ اور ایسے بچے مغربی تہذیب سے اول تو متاثر نہیں ہوں گے۔ اگر ہوئے بھی تو بہت کم ہوں گے۔ اس لئے یہ بہت اہم چیزیں ہیں۔ ان کی طرف آپ کو بہت توجہ کرنی چاہئے۔''

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ ۳۴۶۔ از: خدام الاحمدیہ پاکستان)

بچوں کو ساتھ لے کر نیکیاں سکھائیں

''اگر آپ کے دل میں سچی لگن ہو تو ایسی ماؤں کے بچے ضائع نہیں ہو سکتے۔ ضرور اس لگن کا کہیں فقدان ہے، اس کا کہیں بحران ہے اور اس کی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہیے۔ بچپن سے ہی آپ اپنے بچوں کی عادات واطوار پر نظر رکھیں اور جب بھی آپ دیکھیں کہ خطرے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں تو اس وقت محنت شروع کریں اور محبت و پیار کے ساتھ ان کے اندر دین کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ بچپن کی محبت ہے جو ہمیشہ کام آتی ہے۔۔۔ آپ تہجد کے وقت اُٹھیں، اپنے بچوں کو پیار دیں، ان کو اُٹھانے کی کوشش کریں، ان کے لئے دعائیں کریں۔ نماز کے وقت اگر آپ کا خاوند سست ہے تو اس کو اُٹھائیں، بھائی سست ہے تو اس کو اٹھائیں، سب بچوں کو جگائیں اور پھر ان کو تلاوت سکھائیں اور خود بھی اچھی آواز میں تلاوت کریں اور بچوں کو بھی تلاوت کروایا کریں۔...... وہ مائیں جو تہجد کے وقت اُٹھتی ہیں، دعائیں کرتی ہیں اور پھر اپنے بچوں کی تربیت کرتی، ان کو نماز کے لئے اٹھاتی، ان کو نماز پڑھتے دیکھتی ہیں، ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکینت ملتی ہے۔''

(خطاب لجنہ اماء اللہ کینیڈا بمقام ٹورانٹو ۶۔ جولائی ۱۹۹۱ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

اُسوہ اور ارشادات

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زندگی بھی بڑی منظّم ہے۔ آپ صرف اصول پسند ہی نہیں بلکہ اس کے پابند بھی ہیں۔ تربیتِ اولاد کے لئے آپ کا قول وفعل بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، جس کا ایک نمونہ پیشِ خدمت ہے۔

گھر سے تعلیم کا آغاز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بچوں کا بچپن غانا میں گزرا۔ غانا میں اس وقت زیادہ تر عیسائی سکول تھے جہاں چھوٹے بچوں کو کھیل کھیل میں ہی عیسائی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس پر بچوں کی تربیت کے لئے حضور نے فیصلہ فرمایا کہ آپ کے بچے نرسری تعلیم گھر پر ہی مکمل کریں گے تا کہ ان کے معصوم ذہن توحید سے نہ ہٹیں۔ اس غرض سے حضور نے ایک احمدی ماہرِ تعلیم Mr. P. T. Awudu صاحب سے درخواست کر رکھی تھی کہ وہ آپ کے بچوں کو ابتدائی تعلیم دیں۔

بچوں کو توحید کا سبق

جب آپ کے بچے سکول میں داخل ہوئے تو وہ پروٹیسٹنٹ عیسائی فرقہ کا سکول تھا جہاں عیسائیت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس پر حضور نے اپنے بچوں کو خوب اچھی طرح سمجھا دیا کہ اگر سکول میں کوئی ایسی نظم پڑھی جائے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا یا خدا کے بیٹے کے طور پر پیش کیا گیا ہو تو تم نے ایسی نظم ہرگز نہیں پڑھنی۔ صبح کی اسمبلی میں عیسائی نظم Himns پڑھی جاتی تھی۔ پہلے دن بچے سکول سے ڈنڈے کھا کر آئے کہ نظم نہ پڑھنے کی سزا ملی ہے۔ حضور نے بچوں کو تسلی دی اور سمجھایا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ایسی نظم نہیں پڑھنی۔ تین دن بچے

سکول سے مار کھاتے رہے۔ چوتھے دن حضور خود سکول گئے اور ہیڈ ٹیچر سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی تو مانتے ہیں مگر خدا یا خدا کا بیٹا نہیں۔ اس لئے میرے بچے سکول میں یہ نظم نہیں پڑھیں گے۔ اس پر ہیڈ ٹیچر نے بچوں کو ایسی نظم نہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ (ماہنامہ تشحیذ الاذہان ماہِ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۸ء صفحہ ۱۸)

کپڑے تہ کر کے رکھیں

مکرم سید محمود احمد صاحب (موجودہ ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)، جو حضور انور کے سب سے چھوٹے برادرِ نسبتی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ خلافت سے قبل وہ حضور کے ساتھ سفرِ سندھ پر تھے کہ ایک دن اپنے گندے کپڑے اسی طرح بیگ میں ڈال رہے تھے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں کپڑے بھی رکھنے نہیں آتے۔ اِدھر آؤ میں سکھاتا ہوں۔ گندے کپڑوں کو بھی تہ کر کے رکھا کرو۔ حضور خود بھی ہمیشہ کپڑے تہ کر کے ہی رکھتے ہیں۔ (ماہنامہ تشحیذ الاذہان ماہِ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۰)

بہترین خاوند اور باپ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ گواہی دیتی ہیں کہ حضورِ انور بھرپور دینی مصروفیات کے باوجود پہلے کی طرح ہی گھریلو امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور بھرپور تعاون فرماتے ہیں۔ اور خلافت سے قبل قیامِ غانا کے دوران خود روکھی سوکھی کھا کر بھی میری اور بچوں کی ضروریات کا اپنی طاقت کے مطابق خیال رکھتے تھے۔ پہلے بھی اپنے بچوں کو وقت دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں اور ان کی دینی و دنیوی ضروریات اور تربیت کا خیال رکھتے ہیں۔ (ماہنامہ تشحیذ الاذہان، سیدنا مسرور نمبر ماہِ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۸ء صفحہ ۱۴، ۱۵)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چند منتخب ارشادات

نیک ماؤں کی نیک اولاد

''جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظامِ جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں، اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں، ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں، نظامِ جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے پھر عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۴ء صفحہ ۳)

بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں

''ایک اور اہم بات اور یہ بھی میرے نزدیک انتہائی اہم باتوں میں سے ایک ہے بلکہ سب سے اہم بات ہے کہ بچوں کو پانچ وقت نمازوں کی عادت ڈالیں کیونکہ جس دین میں عبادت نہیں وہ دین نہیں۔ اس کی عادت بچوں کو ڈالنی چاہیے اور اس کے لئے سب سے بڑا والدین کا اپنا نمونہ ہے۔ اگر وہ خود نمازی ہوں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے، نہیں تو صرف ان کی کھوکھلی نصیحتوں کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔'' (الفضل انٹرنیشنل ۲۲۔ اگست ۲۰۰۳ء)

اپنی نسلوں کو تقویٰ پر قائم کریں

''اگلی بات یہ ہے کہ تقویٰ کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنا اور اُسے صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا کافی نہیں بلکہ اپنی نسلوں میں بھی یہ اعلیٰ وصف پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلانے کی کوشش نہ کی تو ہمارا تقویٰ ہماری ذات تک ہی محدود رہ جائے گا اور ہمارے مرنے کے بعد ہماری نسلوں میں یہ جاری نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہم نے اپنی نسلوں کی صحیح طرح تربیت نہ کی اور ان کو تقویٰ پر قائم نہ کیا تو پھر ہماری نسلیں بگڑ کر پہلے کی طرح ہو جائیں گی جن میں کوئی دین نہیں رہے گا۔ اس لئے ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ جو نورِ ہدایت اس نے حاصل کیا ہے وہ اپنی نسلوں میں بھی جاری کرے تا کہ ہر آنے والی نسل پہلے سے بڑھ کر تقویٰ پر چلنے والی ہو۔'' (خطباتِ مسرور جلد دوم صفحہ ۲۲۲۔ ۲۲۳)

کیا ہم نے تربیتِ اولاد کی ہے؟

''اے احمدی ماؤ! وہ خوش نصیب ماؤ! جنہوں نے اس زمانہ کے امام کو پہچانا، اس کی اطاعت کا جؤا اپنی گردنوں پر رکھا، دنیا کی مخالفت مول لی اور یہ عہد کیا کہ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، اپنا اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہیں ہم اس عہد سے دور تو نہیں جا رہے۔ ہمارا دین کو دنیا پر مقدم رکھنا صرف اپنی ذات تک ہی محدود ہو کر تو نہیں رہ گیا۔ کیا ہم اس کو آگے بھی بڑھا رہے ہیں، کیا ہم نے اس عہد کو آگے اپنی نسلوں میں منتقل کر دیا ہے، کیا ہماری گودوں میں پلنے والے عباد الرحمان اور صالحین کے گروہ میں شامل ہونے والے کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی، وہ امانت جو اللہ تعالیٰ نے ہماری کوکھوں سے اس لئے جنم دلوائی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور تحفہ کے طور پر پیش کر سکیں، ان کی تربیت کی ہے۔ کیا ہم اور ہمارے بچے خیرِ امت کہلانے کے مستحق ہیں؟ اگر ہاں میں جواب ہے تو مبارک ہو۔......اپنے گھروں کے ماحول کو بھی ایسا پاکیزہ بنانا ہوگا جہاں میاں بیوی کا ماحول ایک نیک اور پاکیزہ ماحول کو جنم دے۔ اور یوں ہر احمدی گھرانہ ایک نیک اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرنے والا بن جائے جس سے جو بچہ پیدا ہو، جو بچہ پروان چڑھے، وہ صالحین میں سے ہو۔ پس اپنی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ کوئی احمدی عورت معاشرہ کی عام عورت کی طرح نہیں ہے۔ آپ تو وہ عورت ہیں جس کے بارہ میں خدا کے رسولؐ نے یہ بشارت دی ہے کہ جنت تمہارے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور کون ماں چاہتی ہے کہ اس کی اولاد دنیا و آخرت کی جنتوں کی وارث نہ بنے۔ پس ایک نئے عزم کے ساتھ ہمت اور دعا سے کام لیتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ آپ تو خوش قسمت ہیں کہ خدا کے مقدس رسولؐ اور مسیحِ پاک کی دعائیں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اے اللہ! تو ہماری مدد کر اور ہماری نسلوں کو بھی اسلام پر قائم رکھ۔ اللہ کرے کہ آپ سب اپنی اولادوں کی صحیح تربیت کرنے والی ہوں اور ان کے حق ادا کرنے والی ہوں۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۴ء صفحہ ۴)

اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ رشد و ہدایت تا قیامت ہم میں جاری و ساری رکھے اور ہم پوری فرمانبرداری کے ساتھ اس کی اطاعت و آداب بجالاتے ہوئے مستفید ہوتے رہیں۔ تا اپنی اولادوں کی تربیت کے لئے عمدہ نمونہ پیش کر سکیں۔ آمین

اصحابِ احمدؑ کا تعلق باللہ

(فرخ سلطان محمود)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔
(الانعام:104)

یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی وراء الوراء ہے، انسانی عقل از خود اُس تک نہیں پہنچ سکتی لیکن وہ خود انسانی عقل پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔

اس آیت میں معرفتِ الٰہی اور تعلق باللہ کا مسئلہ بڑے ہی لطیف اور جامع الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔

یعنی اے رسول! ہم نے تجھے اپنی تلاش میں دنیا و مافیہا سے گُم پایا تو ہم نے آگے بڑھ کر خود ہدایت کے سامان کئے۔

بے شک آنحضرتﷺ کا مقدّس وجود ایک طرف تو اپنے خالقِ حقیقی کے عشق میں فنا ہوکر تعلق باللہ کی بہترین مثال تھا اور دوسری طرف اپنے ربّ کی مخلوق کی بے لَوث ہمدردی کا سمندر بھی آپؐ کے قلبِ صافی میں موجزن تھا۔ چنانچہ خداتعالیٰ نے ایسی پاکیزہ جماعت آپؐ کو عطا فرمائی جو قرآن کریم کی تعلیمات اور سنّت نبویؐ کے مطابق اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کرکے تعلق باللہ کی شاندار روایات قائم کرنے والی تھی۔ قرونِ اولیٰ کے ان روشن ستاروں کی روشنی جب بُعد زمانہ کے باعث مدہم ہونے لگی تو مالکِ ارض و سما نے اپنی بے پایاں رحمت کے طفیل حضرت اقدس محمد رسول اللہﷺ کے غلام صادق کو مبعوث فرما کر، تعلق باللہ کی زندگی بخش روایات کو ازسرِنو زندہ کردینے والی ایک اَور جماعت پیدا فرمائی۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعویٰ فرمایا:

''مجھ سے خداتعالیٰ باتیں کرتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں جو شخص میری اتباع کرے گا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور میری تعلیم کو مانے گا اور میری ہدایت کو قبول کرے گا خداتعالیٰ اس سے بھی باتیں کرے گا۔''
(ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد13 صفحہ 475)

دراصل مامورمن اللہ کی بعثت کا مقصد ہی تعلق باللہ کا قیام ہوتا ہے۔ اور یہی وہ رسّی ہے جسے مضبوطی سے پکڑ کر انسان اپنی جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی استعدادوں کو جلا بخش سکتا ہے۔ اصحابِ احمد کی زندگیوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق باللہ کے حصول کی جدوجہد میں نمازوں اور ذکرِالٰہی کی عادت کے علاوہ عام زندگی میں احکامِ الٰہی پر عمل کرنا بھی ناگزیر ہے، کیونکہ معرفتِ الٰہی میں ترقی کا گُر اپنی پیدائش کی اصل غرض کو پیش نظر رکھنا ہے یعنی

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ خداتعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہی عبادت کہلاتا ہے۔ چنانچہ جو اِس گُر کو اپنے روزمرّہ امور میں پیش نظر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کا کفیل و کارساز ہوتا ہے، اُن کی مقبولیت کے نشانات دنیا پر ظاہر کرتا ہے، استجابتِ دعا کا معجزہ عطا کرتا ہے اور ہمیشہ اپنی حفاظت کے حصار میں رکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

یعنی کنکریوں کی مٹھی جو تُو نے دشمن پر پھینکی تھی وہ دراصل مَیں نے پھینکی تھی۔

اور یہ بھی کہ

مَنْ عَادَلِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

یعنی جو میرے ولی کا دشمن ہو مَیں اُس کو کہتا ہوں کہ اب میری لڑائی کے لئے تیار ہوجا۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ''تعلق باللہ'' کے عنوان سے اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خودپسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(درثمین۔ منقول از ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ 1 مطبوعہ 1902ء)

اس نہایت پُرمعارف کلام میں حضورعلیہ السلام نے تعلق باللہ کے حصول کے لئے ہر قسم کی نیکی کی عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اپنے آقا کی نصائح کو حرزِ جان بنالینے کے نتیجے میں دورِ آخرین کے روشن ستاروں نے وہ پاکیزہ ادائیں اپنائیں کہ خداتعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اُن پر بھی جلوہ گر ہوا اور خداتعالیٰ کی تائید و نصرت اور قبولیتِ دعا کے بے شمار نشانات سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے اصحاب کی زندگیوں میں نہایت شان سے ظاہر ہوتے رہے۔ بلکہ اس کثرت سے ظاہر ہوئے کہ ہزاروں واقعات زینتِ قرطاس بنائے ہی نہیں جاسکے۔ پس امرِ واقعہ تو یہی ہے کہ سینکڑوں ''اصحابِ احمدؑ'' کے ہزاروں واقعات میں سے محض چند واقعات کا انتخاب اس موضوع کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والی ایسی بہت سی خواتین (صحابیات) کے تعلق باللہ کے بے شمار واقعات بھی تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں۔ اُن کے اپنے ربّ سے ہم کلام ہونے اور قبولیتِ دعا کے ایمان افروز واقعات ہمیشہ قارئین اور سامعین کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتے چلے جائیں گے۔

خداتعالیٰ کرے کہ خلافت احمدیہ کے سائے تلے احمدی نسلوں میں قیامت تک ایسے زندہ تعلق باللہ کی مثالیں ملتی چلی جائیں جن کی خوشبو سے دنیا بھر کی سعید روحیں فیضیاب ہونے کے لئے آنحضورﷺ کے غلام صادق کی غلامی قبول کرنا اپنے لئے باعثِ عزّ و شرف جانیں۔ آمین

وہ اصحابِ احمدؑ جو منصبِ خلافت پر فائز ہوئے

سیّدنا حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّلؓ)

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایسا مخلص صدیق اور سلطان نصیر قرار دیا ہے جو دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو عطا فرمایا تھا۔

(ماخوذ از حیاتِ نُور، مصنفہ محترم عبدالقادر صاحب سوداگرمل، باب سوم صفحہ 113)

امر واقعہ یہ ہے کہ اصحابِ احمد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مبارک وجود ستاروں کے جھرمٹ میں چاند کی مانند تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپؓ کو آغاز جوانی میں ہی عرفان الٰہی حاصل ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ خدا کے ہو چکے تھے اور خدا آپ کا۔ غیر معمولی تعلق باللہ کی وجہ سے حضورؓ کی ہر ضرورت کے پورا ہونے کا غیب سے سامان ہو جاتا تھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے:

''میری آمدنی کا راز خدا نے کبھی کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی۔''

(اخبار ''الحکم'' قادیان 28/اکتوبر 1909ء۔ روزنامہ الفضل ربوہ 24/جون 2005ء صفحہ 3)

☆ حضورؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

''خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ مَیں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور مَیں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا۔''

(حیاتِ نُور، مصنفہ محترم عبدالقادر صاحب سوداگرمل، باب سوم صفحہ 274)

☆ حضورؓ کے تعلق باللہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے کچھ صحابہ جمع تھے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید بھی وہاں موجود تھے جو کسی ضرورت کے پیش نظر اپنی جگہ سے اُٹھ کر ذرا باہر گئے۔ اتنے میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لے آئے اور خالی جگہ پا کر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی جگہ پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب واپس آئے تو کچھ غصّے کے انداز میں کہا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ دوسرے کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے! حضرت مولوی صاحبؓ اس جگہ سے اُٹھنے ہی والے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ نہیں نہیں آپ بیٹھے رہیں۔ ابھی ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ ''اللہ کے پیارے بندوں سے نہیں جھگڑتے۔''

(اخبار ''الحکم'' قادیان 28/اکتوبر 1909ء۔ روزنامہ الفضل ربوہ 24/جون 2005ء صفحہ 3)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو جو ضرورت ہو اُسی وقت پوری ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ میرے سامنے ایک آدمی آیا اس نے دو سو روپیہ بطور امانت دو سال کے لئے دیا اور کہا کہ میں دو سال کے بعد آ کر آپ سے لے لوں گا۔ ایک شخص جس نے ایک سو روپیہ قرض مانگا ہوا تھا۔ وہ بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، آپ نے ایک سو روپیہ اسے دے دیا اور رسید لے کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی روپوں کی گھر بھجوا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی امانت رکھوانے والا پھر آیا اور کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے وہ روپے مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کب جاؤ گے؟ اس نے کہا ایک گھنٹے کو۔ آپ نے فرمایا اچھا تم یکّہ وغیرہ کرو اور ایک گھنٹہ کو آ کر مجھ سے روپیہ لے لینا۔ مَیں اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: دیکھو انسان پر بھروسا کرنا کیسی غلطی ہے۔ میں نے غلطی کی۔ خدا نے بتلا دیا کہ دیکھو تم نے غلطی کی۔ اب دیکھو میرا مولا کیسے میری مدد کرتا ہے۔ پھر وہ ایک سو روپیہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مل گیا اور آپ نے اسے دے دیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، جلد سوم صفحہ 556و557)

☆ ایک دفعہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؓ نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کچھ نہیں۔ مگر حضرت میر صاحبؓ نے کئی بار اصرار کیا تو حضورؓ نے کپڑا اٹھایا اور وہاں سے ایک پاؤنڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا:

''اس پر صرف نورالدین نے ہاتھ لگایا ہے۔''

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، جلد سوم صفحہ 556)

☆ ایک دن عبد المحیی عرب صاحبؓ نے 40 روپے قرض چاہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ آج سے پندرھویں دن آ کر لے لیں۔ جب وقت آیا تو اتوار کا دن تھا۔ کوئی منی آرڈر نہ پہنچا، نہ کہیں سے روپیہ آیا۔ شام کے قریب حضرت اپنا کوٹ اور واسکٹ لٹکا کر وضو کے لئے گئے۔ عبدالمحیی صاحب نے آپ کے کوٹ اور واسکٹ کی جیبیں دیکھیں اور خالی پائیں مگر جب آپؓ وضو کر کے واپس آئے تو کوٹ واسکٹ پہنا اور 40 روپے نکال کر عبد المحیی صاحب کو دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے جس سے کوئی واقف نہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، جلد سوم صفحہ 556و557)

☆ جب حضورؓ پنڈ دادنخان میں مدرس تھے تو ایک مرتبہ افسر مدارس نے آپؓ سے کسی بات پر کہا کہ آپ کو ڈپلومے کا گھمنڈ ہے۔ اس پر آپؓ نے گھر سے اپنا ڈپلومہ منگوا کر اسی وقت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اُس افسر سے فرمایا کہ آپ نے اس کو باعثِ غرور، تکبر اور موجبِ روزی سمجھا ہے۔ میں نے اس کو پارہ پارہ کر کے دکھایا ہے کہ میرا ان چیزوں پر بھروسا نہیں۔

(ماخوذ از حیاتِ نُور، مصنفہ محترم عبدالقادر صاحب سوداگرمل، باب سوم صفحہ 182)

☆ قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی شہادت ہے کہ ہمارے سامنے حضورؓ کی خدمت میں چھٹی رساں کتابوں کا ایک VP لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ کتابیں مجھے پیاری ہیں اور میں نے بڑے شوق سے منگوائی ہیں لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولا کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اسی وقت سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ میں اپنے مولا پر قربان جاؤں کہ اس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولا نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، جلد سوم صفحہ 556)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے تعلق باللہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ مَیں کشمیر میں دربار کو جا رہا تھا۔ یار محمد خاں ایک شخص میری اردلی میں تھا۔ اس نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو یہ پشمینہ کی چادر ہے یہ ایسی ہے کہ مَیں اس کو اوڑھ کر آپ کی اردلی میں بھی نہیں چل سکتا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ تجھ کو اگر بُری معلوم ہوتی ہے تو میرے خدا کو تجھ سے بھی زیادہ میرا خیال ہے۔

جب مَیں دربار میں گیا تو مہاراجہ نے کہا کہ آپ نے ہیضہ کی وبا میں بڑی کوشش کی ہے آپ کو تو خلعت ملنا چاہیے۔ چنانچہ ایک قیمتی خلعت دیا۔ اس میں جو چادر تھی وہ نہایت ہی قیمتی تھی۔ مَیں نے یار محمد خاں سے کہا کہ دیکھو ہمارے خدا کو ہمارا کیسا خیال ہے۔

☆ حضورؓ فرماتے ہیں کہ جموں میں حاکم نام ایک ہندو پنساری ہمیشہ نصیحتاً کہا کرتا تھا کہ ہر مہینہ ایک سو روپیہ پس انداز کرلیا کریں، یہاں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ میں ہمیشہ یہی کہتا کہ ایسے خیالات کرنا اللہ تعالیٰ پر بدظنّی ہے۔ جس دن میں وہاں سے علیحدہ ہوا اس دن وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ آج شاید آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہوگی۔ میں نے کہا میں تمہاری نصیحت کو جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ مجھ سے باتیں ہی کررہا تھا کہ خزانہ سے چار سو اسّی روپیہ میرے پاس آئے کہ یہ آپ کی اُن دنوں کی تنخواہ ہے۔ اس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ نوردین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا! ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے بہت سا روپیہ بھجوایا اور کہا کہ یہ ہمارے جیب خرچ کا روپیہ ہے، جس قدر موجود تھا سب کا سب حاضر خدمت ہے۔ پھر تو اس کا غضب بہت ہی بڑھ گیا۔

مجھ کو ایک شخص کا ایک لاکھ 95 ہزار روپیہ دینا تھا۔ اس پنساری نے اشارہ کیا کہ بھلا جن کا آپ کو قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے وہ آپ کو بدوں اس کے کہ اپنا اطمینان کرلیں کیسے جانے دیں گے؟ اتنے میں اُنہی کا آدمی آیا اور بڑے ادب سے کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے، میرے آقا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو تو جانا ہے، ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا اس لئے تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کردو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو اور اسباب کو اگر وہ ساتھ نہ لے جا سکیں تو تم اپنے اہتمام سے بحفاظت پہنچوا دو۔

میں نے کہا مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔ خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے اور اسباب مَیں سب ساتھ ہی لے جاؤں گا۔

وہ ہندو پنساری کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ پرمیشروں کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے کیسے دُکھ اٹھاتے ہیں تب کہیں بڑی دقّت سے روپیہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اُس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو نہ کیا اُور دینے کو تیار ہوگیا۔

مَیں نے کہا خدا تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے، ہم اس کا روپیہ انشاء اللہ بہت جلد ادا کردیں گے۔ تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔"

(ماخوذ از مرقات الیقین فی حیات نورالدین، صفحہ 190)

بعد میں مہاراجہ کو آپؓ کے ساتھ زیادتی کا احساس ہوا تو اُس نے جنگلات کا ٹھیکہ اس شرط کے ساتھ دیا کہ منافع میں سے نصف مولوی صاحبؓ کو دیا جائے گا۔ اس پر پہلے ہی سال جو رقم آپؓ کو ملی وہ ایک لاکھ 95 ہزار روپے تھی اور اتنا ہی آپؓ پر قرض تھا جو آپؓ نے ادا فرمادیا۔ لیکن اگلے سال جب ٹھیکیدار منافع کی رقم لے کر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے یہ کہتے ہوئے لینے سے انکار فرمادیا کہ گزشتہ سال تو قرض دینا تھا لیکن اپنی ذات کے لئے مَیں یہ رقم قبول نہیں کرسکتا۔

(ماخوذ از حیات نُور، مصنفہ محترم عبدالقادر صاحب سوداگرمل، باب سوم صفحہ 180 تا 182)

☆ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور گئے ہوئے تھے۔ حضورؑ نے وہاں سے کہلا بھیجا کہ مولوی نورالدین صاحبؓ اور شیخ یعقوب علی صاحب فوراً پہنچ جائیں۔ چنانچہ ہم دونوں دو بجے دوپہر یکّے پر بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا"۔ آج ہم بے وقت چلے ہیں، پتہ لگ جائے گا کہ رات کو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔

بٹالہ میں مقامی جماعت کی طرف سے ایک مکان بطور مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ اس میں ہم دونوں چلے گئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ ایک چارپائی پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگ گئے۔ قریباً شام چھ بجے ایک اجنبی شخص آیا اور کہنے لگا: میں نے سنا ہے کہ آج مولوی نورالدین صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ پھر آپؓ سے کہنے لگا: حضور! آج شام کی دعوت میرے ہاں قبول فرمائیے، مَیں ریلوے میں ٹھیکیداری کرتا ہوں اور میری ٹرین کھڑی ہوئی ہے اور میں نے امرتسر جانا ہے۔ میرا ملازم حضور کے لئے کھانا لے آئے گا۔ آپؓ نے فرمایا: بہت اچھا۔ چنانچہ شام کو اُس کا ملازم بڑا پُرتکلّف کھانا لایا جسے ہم دونوں نے سیر ہوکر کھالیا۔ پھر ہم اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں چلے آئے۔ گاڑی رات کے دس بجے کے بعد آتی تھی۔ میں نے آپؓ کا بستر کھول دیا تا کہ آپؓ آرام فرمالیں۔ جب بستر کھلا تو اس کے اندر سے دو پراٹھے نکلے جن کے ساتھ قیمہ رکھا ہوا تھا۔ میں سخت حیران ہوا کہ یہ خدا کی طرف سے اَور کھانا بھی آگیا۔ پھر مَیں نے چلتے وقت کا اپنے دل کا حال حضورؓ کو بتایا تو آپؓ نے فرمایا:

"شیخ صاحب اللہ تعالیٰ کو آزمایا نہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اُس کا میرے ساتھ خاص معاملہ ہے۔"

(ماخوذ از حیات نُور، مصنفہ محترم عبدالقادر صاحب سوداگرمل، باب سوم صفحہ 273 تا 275)

☆ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ تحریر کرتے ہیں کہ میری زوجہ اوّل کی خطرناک بیماری کے ایام میں مجھے بڑی پریشانی رہی تھی اور یہ بات میرے دماغ اور دل پر حاوی تھی کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی دعا اور علاج سے مریضہ کو شفا ہوجائے گی۔ دیگر وجوہات کے علاوہ بڑی وجوہات یہ تھیں کہ آپؓ میرے مُرشد ہیں اور باخدا ہیں اور پھر طبیب بھی اعلیٰ درجے کے ہیں۔ چنانچہ مَیں حضور کو بار بار دعا کے لئے عرض کیا کرتا تھا۔

ایک روز بوقتِ عصر مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں پر حضورؓ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی جوان کو پیٹ درد محسوس ہوتی ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ ذرا چلنے پھرنے یا ورزش کرنے سے دُور ہوجائے گی۔ جب دُور نہیں ہوتی تو اپنی بیوی سے ذکر کرتا ہے جو کہتی ہے کہ مَیں ابھی چائے وغیرہ تیار کرکے دیتی ہوں اس سے آرام ہوجائے گا۔ جب اس سے بھی آرام نہیں آتا تو محلّے کے کسی طبیب سے دوائی پیتا ہے، پھر بھی آرام نہیں ہوتا۔ تو شہر کے بڑے طبیب کے پاس جاتا ہے۔ اس کے علاج سے بھی آرام نہیں آتا تو اُسے خیال آتا ہے کہ علاج سے تو شفا نہیں ہوئی تو وہ کسی بزرگ باخدا کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا حال عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا کے علاج ومعالجہ سے تو کچھ نہیں ہوا، اگر حضور نے دعا کی تو امید ہے شفا ہوجائے گی۔ مگر جب اس باخدا بزرگ کی دعاؤں سے بھی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ خدا کے حضور سجدہ میں گر کر کہتا ہے کہ اے خدا مَیں نے سارا

جہان دیکھ لیا مگر میری مصیبت دُور نہیں ہوئی۔ اب تیرے دروازے پر آیا ہوں، اب تُو رحم فرما اور میرے گناہ بخش کر مجھے شفا دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اسے شفا دیتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری اہلیہ کو معجزانہ طور پر شفا عطا فرمائی۔ بعد میں حضورؓ کے صاحبزادے محترم میاں عبدالحی صاحب ایک روز خاص طور پر میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی اہلیہ کو شفا کیسے ہوئی ہے؟ پھر مجھے بتایا کہ ایک روز اباجان (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ فضل احمد کو اپنی بیوی سے بڑی محبت ہے اور ہمیں فضل احمد سے محبت ہے۔ ان کی بیوی کا ہر چند ہم نے علاج کیا مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کے لئے اب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر حضورؓ ایک مصلّی پر جو صحن میں پڑا تھا سجدہ میں گر گئے اور بڑی دیر تک دعا کی جس کے بعد وہ صحت یاب ہونے لگیں۔

(ماخوذ از مضمون بعنوان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی یادیں مطبوعہ رسالہ ''انصارالدین مئی وجون 2010ء)

☆ حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے اپنے آخری ایامِ مرض میں اپنے صاحبزادے محترم میاں عبدالحی صاحب کو درس قرآن دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

''اب ہم جا رہے ہیں۔ جب کبھی مشکل پیش آئے خدا سے دعا کرنا کہ اے نورالدین کے خدا! جس طرح تُو نے نورالدین کی حاجت روائی کی ہے، میری بھی مشکل دُور کر۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس طرح تمہاری ضرورت بھی پوری کر دے گا۔''

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد صاحب، جلد سوم صفحہ 557)

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی کا ہر دن اور ہر لحہ تعلق باللہ کا زندہ نشان تھا جس کا کسی قدر بیان آپؓ کی سوانح حیات ''مرقات الیقین فی حیات نورالدین'' میں ملتا ہے۔

سیّدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مبارک وجود اُس عظیم الشان پیشگوئی کو نہایت شان سے پورا کرنے والا تھا جس کا ایک ایک لفظ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور موعود فرزند کے تعلق باللہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ چنانچہ بچپن سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی ہر پہلو سے تعلق باللہ، توکّل علی اللہ اور قبولیتِ دعا سے مزیّن نظر آتی ہے۔ حضورؓ خود فرماتے ہیں:

جب مَیں گیارہ سال کا ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اور اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ مَیں رات دیر تک اس مسئلے پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے۔ میرا سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ پھر ایک عرصہ تک یہ دعا کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اب دعا میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد اوّل، مؤلفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ، صفحہ 96)

چنانچہ تعلق باللہ کی نعمت کے طفیل پھر آپؓ کی لڑکپن کی راتیں بھی اکثر دعائیں کرتے ہوئے سجدہ ریز گزرنے لگیں۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ کا بیان ہے کہ ایک رات جب حضورؓ کو مسجد میں سربسجود نہایت الحاح سے دعا میں گریہ و زاری کرتے ہوئے پایا تو آپؓ کی دعا کا مجھ پر بھی ایسا اثر ہوا کہ مَیں بھی اسی دعا میں لگ گیا کہ یاالٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے۔ (ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد اوّل، مؤلفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ، صفحہ 151)

حضورؓ کے تعلق باللہ کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپؓ کو بچپن ہی سے بکثرت سچی خوابیں آنے لگیں اور الہام بھی ہوا اور بچپن میں ہی رؤیت الٰہی کا شرف بھی پایا۔ جس کا ذکر آپؓ نے اپنی تقاریر میں بارہا فرمایا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو بھی یہ احساس تھا کہ اس بچے کے ساتھ خدا تعالیٰ کا خاص تعلق ہے۔ چنانچہ جن دنوں کلارک کا مقدمہ درپیش تھا تو حضور علیہ السلام نے آپؓ کے بچہ ہونے کے باوجود آپؓ کو بھی دعا اور استخارہ کرنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ بعدازاں آپؓ نے اپنی رؤیا بھی حضور علیہ السلام سے بیان فرمائی جس میں دشمن کی ناکامی کی خبر دی گئی تھی۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد اوّل، مؤلفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ، صفحہ 152 تا 154)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی میں اور خصوصاً آپؓ کے باون سالہ دورِ خلافت میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے واقعات ملتے ہیں جب آپؓ کی دعاؤں نے گویا کہ مُردے زندہ کر دیئے اور ایسے کام بنا دیئے جو بظاہر ناممکن تھے۔

☆ حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ پر 1948ء کی ایک صبح دل کا ایسا شدید حملہ ہوا کہ ڈاکٹر زندگی سے نااُمید ہو گئے۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ ایسا دورۂ قلب ہم نے کتابوں میں تو پڑھا ہے لیکن اس کا مریض پہلی بار دیکھا ہے۔ حضرت نواب صاحبؓ کا دل ساقط ہو چکا تھا اور زندگی کے آثار تقریباً ختم ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت امّاں جانؓ کی دعائیں قبول کیں اور زندگی کی رَو پھر سے چلنی شروع ہو گئی۔ چنانچہ حالت سنبھلنی شروع ہوئی لیکن اس کے بعد ایک لمبا عرصہ تک آپ کو خفیف حرکت کی اجازت بھی نہیں تھی۔ کئی بار حالت خطرناک ہوئی اور ہر بار اللہ تعالیٰ نے دعاؤں سے نازک وقت ٹال دیا۔ حتّٰی کہ کئی ماہ بعد آپؓ قدم اٹھانے کے قابل ہوئے اور پھر 13 سال تک معجزانہ طور پر صحتمند زندگی گزاری۔

(مضمون ''خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا'' مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ محترمہ سعیدہ خانم صاحبہ کی ایک دو سالہ بیٹی کے پاؤں کے انگوٹھے پر چوٹ لگنے سے ہڈی کو نقصان پہنچا اور زخم ناسور بن گیا۔ ڈاکٹروں نے ٹانگ کاٹنے کا خطرہ ظاہر کیا۔ ایسی حالت میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا جاتا رہا اور حضورؓ کی طرف سے جواب بھی ملتا رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسی دوا میں شفا ڈال دی جو وہ پہلے بھی بیسیوں دفعہ استعمال کر چکے تھے۔ (ایضاً)

☆ مکرم شیخ فضل حق صاحب کا ایک لڑکا پیدائش کے آٹھ نو ماہ بعد سخت بیمار ہو گیا۔ ہر قسم کا علاج تین سال تک ہوتا رہا یہاں تک کہ ٹانگیں جواب دے گئیں۔ لوگ تعویذ کے لئے کہتے مگر انہوں نے کہا خواہ یہ مر جائے تعویذ نہیں دوں گا۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ کو دعا کے لئے لکھا۔ آپؓ نے جواباً فرمایا ''اللہ تعالیٰ عزیز کو

صحت دے گا''۔ یہ جواب ملتا تھا کہ بیماری میں فرق پڑنے لگا اور شفا ہوگئی۔(ایضاً)

☆ بلاشبہ سینکڑوں بے اولاد جوڑوں کو خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے تعلق باللہ کا نشان دکھایا اور حضورؓ کی دعاؤں سے اولاد عطا فرمائی۔ یہ معجزات دنیا کی مختلف قوموں اور خطوں میں رہنے والے احمدیوں کو دکھائے گئے۔

مکرم فتح محمد صاحب مٹھیانی لکھتے ہیں کہ گاؤں میں ہم پانچ دوست احمدی ہوئے تو شدید مخالفت شروع ہوگئی اور مخالفین نے بحث میں عاجز آکر کہا کہ کیا ہوا اگر یہ احمدی ہوگئے، ان کو ملتی تو لڑکیاں ہی ہیں۔ اتفاق سے اُس وقت ہم پانچوں کے لڑکیاں ہی تھیں اور اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس بات کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور میں نے حضرت مصلح موعودؓ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ آپ سب کو نرینہ اولاد دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم سب کو نرینہ اولاد سے نوازا۔(ایضاً)

☆ حضورؓ کے تعلق باللہ کا نشان غیروں نے بھی بارہا دیکھا۔ مثلاً گاؤں بھاگی ننگل نزد قادیان میں ایک شخص چھمن سنگھ رہتا تھا جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے حضرت منشی امام الدین صاحبؓ (والد محترم چودھری ظہور احمد صاحب سابق ناظر دیوان) سے کہا کہ میرے لئے حضرت صاحبؓ سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دے دے۔ اگر مرزا صاحبؑ سچے ہوں گے تو میرے ہاں اولاد ہوجائے گی۔ منشی صاحب نے قادیان آکر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں یہ عرض کیا تو حضورؓ نے فرمایا:

''میں دعا کروں گا اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی۔''

چنانچہ اُس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جو میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے والا اپنے گاؤں کا پہلا نوجوان تھا۔(ایضاً)

☆ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ رقمطراز ہیں کہ 1929ء میں نمونیہ کی وجہ سے مَیں داخلِ شفاخانہ کیا گیا۔ میری زندگی کی امید منقطع ہوگئی تھی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دعا اور توجہ سے دوبارہ زندگی پائی۔

اسی طرح 1957ء میں بندشِ بول سے بیمار ہوکر کوئی ایک ماہ سے اوپر شدید بیمار رہا۔ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ میری آنکھیں پتھرا گئیں اور نزع کی سی کیفیت وارد ہوگئی۔ چھت کی ایک کڑی پر میری نظر تھی لیکن حرکت نہ کرسکتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ اور دوسرے، بہت سارے بزرگ میرے حق میں دعائیں کرتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا منشا تھا کہ لاہور لے جاکر علاج کروایا جائے لیکن پسرم محمد احمد نے عرض کیا کہ حالت تو ایسی نازک ہے کہ بس اڈہ تک لے جانے پر ہی وفات ہوجائے گی۔ ایک روز میاں غلام محمد صاحب اختر عیادت کے لئے آئے۔ میری حالت بہت نازک تھی۔ مَیں نے چشم پُرآب ہوکر کہا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں میری طرف سے بعد السلام علیکم عرض کریں کہ:

بادشاہوں کے ہاں شادی وغیرہ خوشی کی تقریبات پر قیدی رہا کئے جاتے ہیں۔ حضور کے خاندان میں بھی ایک ایسی تقریب ہے۔ مَیں مرض کا اسیر ہوں۔ دعا کرکے مجھے مرض سے آزاد کرائیں۔

بعد میں اختر صاحب نے بتایا کہ جب مَیں نے پیغام عرض کیا تو حضورؓ کے چہرہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ نے دعا کی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کا یہ نشان دکھایا کہ ایک ماہ سے زائد عرصہ سے آلہ کے ساتھ پیشاب خارج کیا جاتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ خود پیشاب کرکے دیکھوں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پیشاب خود ہی خارج ہوگیا اور بعد ازاں باقاعدہ آنے لگا۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد سوم، حالات زندگی حضرت شیخ فضل احمد بٹالویؓ)

☆ ایک مخلص احمدی محمد زین الدین صاحب ٹیکسٹائل برآمد کیا کرتے تھے۔ 1944ء میں وہ اپنا مال سیلون بھجوانے کے لئے جب ہندوستان کی ایک بندرگاہ پر پہنچے تو انہیں یہ معلوم کرکے شدید صدمہ ہوا کہ مال بردار جہاز جنگی مقاصد کے لئے طلب کرلئے گئے ہیں اور سیلون کے لئے جہاز رانی بند ہوگئی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ اُن کا کاروبار مکمل طور پر ٹھپ ہوجاتا۔ نہایت پریشانی کے عالم میں انہوں نے فوراً حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے ٹیلیگرام ارسال کیا۔ اگلے ہی روز سیلون سے ٹیلیگرام آیا کہ اُن کا سامان سیلون پہنچ چکا ہے۔ حیرت میں ڈوبے ہوئے جب وہ بندرگاہ پہنچے تو متعلقہ افسر نے بتایا کہ ایک جہاز جو سمندر میں تھا، اس کا ہمیں علم نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ جہاز بندرگاہ سے لگا ہم نے سامان اس پر لاد دیا اور وہ اب سیلون پہنچ گیا ہے۔

مکرم زین العابدین صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ نومبر 1949ء میں پہلی بار حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے خود حاضر ہوا تو عرض کیا کہ میں نیوی میں سیلر (Sailor) ہوں۔ حضورؓ نے دریافت فرمایا کہ پروموشن کہاں تک ہوسکتی ہے؟ عرض کیا: لیفٹیننٹ کمانڈر تک۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُن دنوں نیوی کی وسعت کے لحاظ سے پروموشن بہت کم ملا کرتی تھی لیکن میں حضورؓ کی دعا کے عین مطابق لیفٹیننٹ کمانڈر بن کر ریٹائرڈ ہوا۔

(مضمون ''خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا'' مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ پس ایسے ہزاروں واقعات ہیں جب حضرت مصلح موعودؓ کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضورؓ کے تعلق باللہ کی قبولیت کی تصدیق فرمادی۔ چنانچہ مکرم ماسٹر محمد حسن آسان صاحب دہلوی کی ایک صاحبزادی اچانک بیمار ہوگئیں تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ اُس کی تپدق اس درجہ پر ہے کہ مریضہ لاعلاج ہے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی گئی تو حضورؓ کا جواب آیا:

''میں نے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔''

علاج شروع کرنے کے چند دن کے بعد مریضہ کو ڈاکٹر کو دکھایا تو ڈاکٹر نے معائنہ کرکے کہا کہ ماسٹر صاحب! آپ غلطی سے اپنی دوسری بیٹی لے آئے ہیں، اس کو تو تپدق نہیں ہے۔ ماسٹر صاحب نے اصرار کیا کہ یہ وہی بچی ہے۔ ڈاکٹر نے دوبارہ تفصیلی معائنہ کیا اور کہا کہ رپورٹ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس بچی کو کبھی تپ دق ہوئی ہی نہیں۔

(مضمون ''خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا'' مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ اسی قسم کا معجزہ بیان کرتے ہوئے حضرت چودھری اسد اللہ خان صاحب سابق امیر جماعت لاہور بیان کرتے ہیں کہ تقسیم ملک سے چند سال پہلے میں شدید بیمار ہوگیا اور پیشاب کی جگہ خون کے اخراج سے اس قدر کمزوری ہوگئی کہ پہلو بدلنا بھی ممکن نہ رہا۔ ایک دن حضرت مصلح موعودؓ عیادت کے لئے تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا: ''آپ کا جلسہ پر جانے کو تو جی چاہتا ہوگا!''

میں نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا ''وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہے۔''

اس پر حضورؓ نے اپنی مبارک آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور حضورؓ کی گردن سے نہایت خوبصورت سرخی چہرہ کی طرف بڑھنی شروع ہوئی کہ حضورؓ کا چہرہ، گردن، پیشانی اور کان سرخ، خوبصورت اور چمکدار ہو گئے۔ حضورؓ نے شہادت کی انگلی سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ انشاءاللہ ضرور جلسہ پر آئیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد حضورؓ تشریف لے گئے تو مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر بھی خون کی آلائش نہیں تھی۔ اس کے بعد میں تیزی سے رُو بہ صحت ہوا اور جلسہ سے تین چار روز قبل ہی قادیان میں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ("خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا" ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ ڈھاکہ کے محترم فیض عالم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی اہلیہ ایک لاعلاج نسوانی مرض میں مبتلا تھیں اور ہر قسم کے علاج کے باوجود مرض بڑھتا جا رہا تھا حتّٰی کہ زندگی سے بھی مایوسی ہو گئی۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھ کر حالات عرض کئے تو حضورؓ نے جواباً فرمایا: "اچھی ہو جائے گی۔"

اسی دوران اہلیہ نے خواب میں حضرت مصلح موعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دعا کو دوا کے طور پر استعمال کرتی جاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے (ڈاکٹروں کے نزدیک لاعلاج) بیماری سے کامل صحت ہو گئی اور پھر اولاد بھی عطا ہوئی۔

(مضمون "خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا" مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ حضرت سیدہ مہر آپا فرماتی ہیں کہ جن دنوں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو حکومت نے احمدیت کے جرم میں قید کر رکھا تھا۔ انہی گرمیوں کی ایک شام رات کے کھانے کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے گرمی کی شدّت اور بے چینی کا اظہار فرمایا تو میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا:

"پتہ نہیں ناصر اور میاں صاحب کا اس گرمی میں کیا حال ہو گا، خدا معلوم انہیں کوئی سہولت بھی میسر ہے یا نہیں۔"

حضورؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ وہ صرف اس جرم پر ماخوذ ہیں کہ ان کا کوئی جرم نہیں۔ اس لئے مجھے اپنے خدا پر کامل یقین و ایمان ہے کہ وہ جلد ہی ان پر فضل کرے گا۔"

اس کے بعد آپؓ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپؓ عشاء کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ گریہ وزاری کا وہ منظر مَیں بھول نہیں سکتی اور اس کیفیت کو قلمبند نہیں کرسکتی۔ اس گریہ میں تڑپ اور بے قراری بھی تھی اور ایمان و یقین کامل بھی تھا... پھر یہی منظر تہجد کے وقت دیکھا... اگلی صبح جو پہلا تار ملا وہ یہ خوشخبری لئے ہوئے تھا کہ دونوں اسیران رہا ہو چکے ہیں۔

(مضمون "خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا" مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ حضرت چودھری اسداللہ خان صاحب حصولِ تعلیم کے لئے برطانیہ تشریف لے گئے لیکن ماحول کے فرق کی وجہ سے طبیعت اس قدر بوجھل ہوئی کہ واپسی کے لئے سیٹ بھی بُک کروالی۔ حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کی سرزنش بھی آپ کے ارادہ کو تبدیل نہ کرسکی۔ لیکن روانگی سے چندروز قبل جب حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر آ گئے تو مَیں ناراض ہو جاؤں گا تو دل کی کایا پلٹ گئی اور پھر تعلیم حاصل کرنے میں ایسے مگن ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین سالہ کورس دو سال میں مکمل کرلیا۔

حضرت چودھری صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ کمرۂ امتحان سے باہر آ کر جب مَیں نے دوسرے طلبہ کے ساتھ اپنے جوابات کا موازنہ کیا تو معلوم ہوا کہ میرا پرچہ اچھا نہیں ہوا۔ چنانچہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا تو حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا:

"میں دعا کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا۔"

مَیں نے حضورؓ کا یہ جواب نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی اپنے دوستوں کو دکھا دیا۔ چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو میرے نمبر سب دوستوں میں زیادہ تھے۔

(مضمون "خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا" مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

☆ محترم غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل قادیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے 31 دسمبر 1914ء کو میرا نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد کئی سال تک میرے ہاں نہ اولاد ہوئی اور نہ ہی مَیں نے حضورؓ کی خدمت میں درخواست دعا کی کہ حضورؓ کو تو معلوم ہی ہے لیکن 1922ء میں حضورؓ کا ایک مکتوب اخبار میں شائع ہوا جس میں درج تھا کہ انسان کو دعا پر مخفی طور پر یقین نہیں ہوتا۔ وہ خود تو بعض دفعہ دعا کر لیتا ہے مگر دوسرے کو کہتے ہوئے ابا کرتا ہے۔ کبھی دوسرے سے دعا کی تحریک مخفی تکبر کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔ کبھی شیطان اس کے متعلق دھوکا دے دیتا ہے جس سے انسان دعا کروانا چاہتا ہے کہ مَیں ایسا مقبول نہیں کہ کوئی میرے لئے دعا کرے یا مَیں اس کے وقت کو کیوں ضائع کروں۔ یا پھر شامت اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جس کو فوائد سے محروم رکھنا چاہے تو اس کی توجہ اس شخص سے پھیر دیتا ہے جس سے وہ اپنے مطلب کو حاصل کرسکتا ہے۔

اگر پہلی کوئی اَور وجہ نہ ہو تو آخری تو ضرور ہی ہوگی۔

حضورؓ کا یہ ارشاد اخبار میں پڑھنے کے بعد مَیں نے حضورؓ کی خدمت میں درخواستِ دعا کی تو اس کے بعد جلد ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں لڑکی عطا فرمائی جبکہ ہماری شادی کو ساڑھے آٹھ برس ہو چکے تھے۔

(روزنامہ "الفضل" قادیان 28 دسمبر 1939ء۔ حضرت مصلح موعودؓ کا تعلق باللہ)

☆ حضرت مصلح موعودؓ کے تعلق باللہ کا ایک واقعہ حضرت چوہدری غلام حسین صاحبؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے اکثر حالات جو ابھی سربستہ راز ہوتے ہیں، حضرت صاحبؓ پر کھولے جاتے ہیں۔ میں نے ہر آڑے وقت میں حضرت مصلح موعودؓ سے رجوع کیا اور جتنا جلد ہو سکا دعا کے لئے لکھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے اس محبوب کی ایسی خاطر منظور ہے کہ اِدھر لفافہ لیٹر بکس میں گیا اور اُدھر مشکل حل ہونی شروع ہوگئی۔ چندروز پہلے مَیں نے 25 روپے حضورؓ کی نذر کرنا چاہے مگر آپؓ سندھ تشریف لے جا چکے تھے اس لئے مَیں نے وہ روپیہ الگ کر کے بطور امانت رکھ دیا۔ اچانک محاسب صاحب کی استفساری چٹھی مجھے پہنچی کہ حضورؓ نے سندھ سے بذریعہ فون دریافت فرمایا ہے کہ آیا مَیں نے کوئی روپیہ حضور کی امانت میں جمع کروایا ہے؟

مَیں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ یہ نذر اس مالک حقیقی کے حضور قبول ہوگئی۔

(مضمون "خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا" مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ)

مسلمانوں کا فرعون۔ابو جہل (عَمرو بن ھشام)

(کلیم احمد کِم)

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ہر نبی کا ایک فرعون ہوتا ہے اور ہمارا فرعون ابو جہل ہے۔ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام تھا۔خاندان کا نام بنو مخزوم تھا جو قریش کی ایک شاخ تھی جو کہ بہادری اور سخاوت میں نمایاں مقام رکھتی تھی۔قبائلی جنگوں میں بنو مخزوم اور بنو حرب نے اپنی بہادری کا سکہ منوایا ہوا تھا۔بنو مخزوم عددی اعتبار سے بھی نمایاں تھا اور جنگی سامان بھی باافراط رکھتا تھا۔ابو جہل ایک پڑھا لکھا اور شاعری کا عمدہ ذوق رکھنے والا شخص تھا۔اس کی قابلیت، سمجھداری اور معاملہ فہمی کو اپنے تو کیا دشمن بھی سراہتے تھے، بہادری بھی مسلمہ تھی۔یہ ابھی تیس سال کا تھا کہ اس کی ذہانت اور فطانت کی وجہ سے اس کو سرداران مکّہ کی چوپال میں بیٹھنے کی اجازت ہوگئی۔غیر معمولی صاحبِ حکمت ہونے کی وجہ سے ابوالحکم کہلایا۔قصہ مختصر یہ کہ اس زمانہ میں ابو جہل کو مکّہ میں ایک خاص اہمیت حاصل تھی اور اس کا شمار مکّہ کے بڑے سرداروں میں ہوتا تھا۔

ابو جہل آنحضرت ﷺ کا سگا چچا نہیں تھا بلکہ قبائل میں ایک دوسرے کے ساتھ شادیاں ہونے سے رشتہ داریاں قائم ہوگئی تھیں اور اسی وجہ سے ابو جہل رشتہ میں نبی کریم ﷺ کا چچا لگتا تھا۔اگرچہ لڑکپن اور جوانی میں بھی ابو جہل نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی کرتا تھا اور آپ کی بہت عزت افزائی کرتا تھا لیکن جب نبی کریم ﷺ نے دعویٰ نبوّت کیا تو ابو جہل کا بغض باہر آگیا اور اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف کمر ہمت باندھ لی اور مرتے دم تک اپنی ہٹ دھرمی پر کمر بستہ رہا۔ابو جہل کہتا تھا کہ محمدؐ ہمیں اپنے آباواجداد سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔چنانچہ مسلمانوں پر جوروستم کرنے میں ابو جہل حد سے گزر جاتا تھا۔حضرت سمیّہ کا قاتل بھی یہی تھا۔تکلیف دینے کا موقع ضائع نہ ہونے دیتا تھا۔انتہائی پڑھا لکھا اور دانا شخص ہونے کے باوجود اُس میں آنحضور ﷺ کے لئے شدید بغض بھرا ہوا تھا جس کی ایک وجہ قبیلوں کی عصبیّت، تکبّر و گھمنڈ اور فخر و مباہات والی بیماریاں تھیں جو کہ انتہائی مہلک بیماریوں کے جراثیم بن کر اُس کے خون میں سرایت کر گئی تھیں۔دوسری بات یہ کہ جب کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کرتا ہے تو گویا کہ تخبّطہ الشیطٰن والا معاملہ ہوجاتا ہے۔جب شیطان اس کا رہنما ہوجاتا ہے تو اس سے نیکی کی امید رکھنا عبث ہوتا ہے۔یہی حال ابو جہل کے ساتھ ہوا کہ اس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا تھا۔اس کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ دشمنی اس وجہ سے بھی تھی کہ ایسا جلیل القدر نبی اُس کے خاندان میں کیوں پیدا نہ ہوا۔یہ وہ بات تھی جس نے اس کو اسلام دشمنی پر ابھار کر شعلہ جوالا بنا دیا۔

ابو جہل چونکہ ایک اہم شخص تھا اور اپنی چرب زبانی کی وجہ سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتا تھا۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حضور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! عُمر یا عَمر میں سے کسی ایک کو اسلام لانے کی توفیق عطا فرما۔اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کر لیا اور حضرت عمر بن خطابؓ ایمان لائے اور عمرو بن ہشام راندۂ درگاہ ہوگیا۔جب نبی کریم ﷺ نے رسالت کا اعلان فرمایا تو اگرچہ ابو جہل آپ کو صادق اور امین کہتا تھا اور ایک مرتبہ آپ کو ملا تو اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ اے محمدؐ! آپ سچے ہیں لیکن آپ جو یہ نئی بات لے کر آئے ہیں یہ غلط ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر براجمان تھے کہ ابو جہل کا وہاں سے گزر ہوا تو اُس نے آپؐ کے ساتھ گستاخی کی مگر جواب میں نبی کریم ﷺ نے کچھ نہ کہا۔جب ابو جہل ہرزہ سرائی کر رہا تھا تو اس وقت عبداللہ بن جدعان کی آزاد کردہ لونڈی اپنے مکان میں بیٹھی یہ تمام باتیں سن رہی تھی۔کچھ دیر بعد حضرت حمزہؓ وہاں سے گزرے جو کہ بہت طاقتور اور بہادر نوجوان تھے اور شکار سے واپس آرہے تھے۔ان کا معمول تھا کہ جب وہ شکار سے واپس لَوٹتے تو پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔عبداللہ بن جدعان کی آزاد کردہ لونڈی نے اُن کو دیکھا تو کہا کہ بڑے بہادر بنے پھرتے ہو کچھ خبر ہے کہ تمہارے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ عمرو بن ہشام نے کیا سلوک کیا ہے۔پھر اس نے تمام باتیں بتا دیں تو حضرت حمزہ غصہ میں خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔طواف کے بعد وہ اُس چوپال میں آئے جہاں ابو جہل محفل سجائے بیٹھا تھا اور آتے ہی اپنی کمان اتنی زور سے ابو جہل کے سر پر ماری کہ ابو جہل کے سر سے خون بہنے لگا۔ابو جہل مکہ کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔ایسی حرکت اس کے ساتھ کوئی نہ کر سکتا تھا۔حضرت حمزہ پر حملہ کرنے کے لئے بنی مخزوم کے آدمی اٹھے تو ابو جہل نے منع کر دیا اور کہا کہ میں نے اس کے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔اس کے موقع پر حضرت حمزہ نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ ایک اجنبی چوپال میں آیا اور اس نے کہا کہ ابو جہل نے اس کی کوئی رقم دینی ہے اور وہ نہیں دیتا مجھے یہ رقم دلوائی جائے۔سرداران نے استہزاء کرتے ہوئے کہا کہ ابو جہل سے رقم صرف محمدؐ ہی دلوا سکتے ہیں۔وہ آدمی آپؐ کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپؐ اس کو لے کر ابو جہل کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ابو جہل باہر آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی جو رقم دینی ہے وہ اس کو دے دو۔ابو جہل نے خاموشی سے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔سرداران مکّہ نے ایک آدمی پیچھے بھیجا ہوا تھا کہ وہ دیکھے کہ ابو جہل حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔جب اس نے سارا واقعہ چوپال میں سنایا تو تمام لوگ انگشت بدنداں ہوگئے۔جب ابو جہل وہاں آیا تو سرداران مکّہ نے کہا کہ کیا بن پڑی کہ تم تو رقم نہ دیتے تھے اور محمدؐ اس کے ساتھ گئے تو تم نے ذرا چوں چراں نہ کی۔ابو جہل نے کہا کہ مجھے محمدؐ کے ہمراہ انتہائی غضب آلود بپھرے ہوئے دو اونٹ نظر آئے کہ اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتے۔

نبی کریم ﷺ کو تبلیغ سے روکنا اور آپؐ کو ایذا پہنچانا اس کا شعار بن چکا تھا اور دوسروں کو بھی اس کے لئے انگیخت کرتا تھا۔ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے صحن میں نماز ادا کر رہے تھے، قریش بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ابو جہل نے کہا کہ فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اور اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی ہے کوئی ہے جو لا کر اسے محمد ﷺ پر ڈال دے۔یہ سن کر عقبہ بن معیط اُٹھا اور اس نے اوجھڑی لا کر نبی کریم ﷺ پر ڈال دی جبکہ آپؐ سجدہ کی حالت میں تھے۔آپؐ نیچے دب کے رہ

گئے۔ کفار ٹھٹھے مار کر ہنستے رہے۔ حضرت فاطمہؓ کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بھاگی ہوئی آئیں اور اوجھڑی کو اوپر سے ہٹایا۔ اس واقعہ کا محرّک ابوجہل تھا۔

مشرکین نے حتی المقدور کوشش کی کہ آپؐ کو تبلیغ سے روک سکیں۔ جب ان کو کامیابی نہ ہوئی تو چند سرداران آپؐ کی شکایت لے کر حضرت ابوطالب کے پاس گئے۔ ابوجہل بھی اُن میں شامل تھا۔ تین مرتبہ قریش کے وفود آنحضرت ﷺ کی شکایات لے کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے تھے۔ تیسری مرتبہ اُس وقت آئے جب حضرت ابوطالب بیمار ہو گئے تھے۔ قریش کے سرداروں نے نبی کریم ﷺ کے خلاف شکایات کے انبار لگا دیئے کہ محمدؐ اُن کے خداؤں کی مذمّت کرتے ہیں اور قریش میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے آپؐ کو یاد فرمایا۔ جب آپؐ وہاں تشریف لائے تو قریش کے اکابرین اور حضرت ابوطالب کے درمیان ایک آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ ابوجہل جلدی سے اس جگہ براجمان ہو گیا مبادا حضرت محمد ﷺ اس جگہ تشریف فرما نہ ہو جائیں اور حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کی بات پر زیادہ توجہ دیں۔ حضرت ابوطالب نے قریش کی شکایات بتلائیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چچا یہ لوگ میری ایک بات مان جائیں تو تمام عرب ان کے مطیع ہو جائیں گے اور ان کو جزیہ بھی دیں گے۔ سب گھبرائے کہ ایسی کیا بات ہوگی کہ جس سے ہمیں یہ بات حاصل ہو جائے۔ قریش کے اکابر نے کہا کہ آپؐ ایک بات منوانا چاہتے ہیں ہم تو دس باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں آپؐ بتائیں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ لَا اِلٰہَ اِلّااللّٰہ۔ یہ سنتے ہی سب گھبرا گئے اور کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہتے جاتے تھے اَجَعَلَ اٰلِہَۃً اِلٰھاً وَّاحِدًا اِنْ ھَذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یعنی محمدؐ تو نے بہت سارے معبودوں کو ایک معبود کر دیا یہ تو بہت تعجب کی بات ہے۔

حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے نبی کریم ﷺ کو زیادہ اذیتیں دینا شروع کر دیں کہ ابوطالب کا ایک مقام تھا۔ اب وہ نہیں ہیں تو اب وہ ہر قسم کی زیادتی کرنے میں آزاد ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوجہل نے سرداران مکہ کے سامنے کہا کہ میں ایک بہت بڑا پتھر لا کر محمدؐ کے سر پر ماروں گا۔ جب محمدؐ سجدہ کر رہے ہوں گے۔ چنانچہ اگلے روز ہی جب آنحضرت ﷺ نماز ادا کر رہے تھے تو ابوجہل ایک بہت بڑا پتھر لے کر آپؐ کو مارنے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن مارنے سے قبل ہی اس کے ہاتھ شل ہو گئے پسینے میں شرابور ہو گیا اور خوفزدہ ہو کے واپس آ گیا۔ سرداران مکّہ نے کہا کہ کیا بات ہوئی؟ ابوجہل نے کہا کہ مَیں نے ایک بہت بڑا شیر دیکھا جو مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا اس لئے میں نے وار نہیں کیا۔

بہرحال نبی کریم ﷺ کو ہر قسم کا لالچ بھی دیا گیا اور خوف بھی دلایا گیا اور ہر بار ناکامی کا سامنا کرنے پر سرداران مکّہ نے دارالندوہ میں بیٹھک کی اور مختلف آراء پر غور کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ محمدؐ کی میٹھی باتوں اور پُراثر کلام کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے، اگر اسے جلاوطن کر دیا جائے تو بہت جلد وہاں اپنے حسن بیان اور حسن اخلاق کی وجہ سے بہت مضبوط ہو جائیں گے اور ہمارے لئے اَور مصیبت کا باعث بنیں گے۔ ابوجہل نے کہا کہ میری ایک تجویز ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی تجویز نہ ہوگی۔ سرداران مکّہ کے پوچھنے پر کہا ہر خاندان اور ہر قبیلے سے ایک بہادر، طاقتور اور نڈر آدمی لیں جو سب مل کر محمدؐ پر حملہ آور ہوں اور قتل کر دیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بنو ہاشم میں اتنی قوت نہ ہوگی کہ وہ سب قبیلوں سے بدلہ لے سکیں اور اُن کو دیت اور قصاص پر راضی ہونا پڑے گا۔ تمام سرداران مکّہ نے کہا کہ یہ اچھی تجویز ہے اور سب اس پر متفق ہو گئے اور اس کے لئے وقت کا تعین بھی کر دیا گیا۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ غار ثور کے لئے تشریف لے گئے تو ہمارے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے جن میں ابوجہل بھی شامل تھا۔ یہ لوگ دروازہ پر آ کر ٹھہر گئے۔ مَیں باہر نکل کر آئی تو انہوں نے کہا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ ابوجہل نے ہاتھ اٹھایا اور پوری قوت کے ساتھ میرے رخسار پر طمانچہ مارا جس سے میرے کان کی بالی ٹوٹ گئی۔

ابوجہل کا سوتیلا بھائی عیاش مسلمان ہونے کے بعد مدینہ چلا گیا۔ عیاش کی والدہ ابوجہل کی سوتیلی ماں تھی۔ ابوجہل کی خواہش تھی وہ کسی بہانے سے عیاش کو مکّہ میں واپس لا کر ارتداد پر مجبور کریں۔ چنانچہ ابوجہل اور عیاش کا ایک سگا بھائی حرث بن ہشام مدینہ گئے اور عیاشؓ سے ملے اور ان کو کہا کہ تمہاری ماں بیمار ہو گئی ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ نہ نہائے گی اور نہ وہ سایہ میں جائے گی جب تک وہ اپنے بیٹے کو نہ دیکھ لے۔ ایک روایت کے مطابق ان کی والدہ نے یہ کہا تھا کہ وہ نہ کنگھی کرے گی اور نہ کھائے گی۔ بہرحال ابوجہل اور اس کے بھائی نے عیاشؓ سے کہا کہ تم اپنی ماں کے لاڈلے بیٹے ہو اور تم نے ایسا دین اختیار کیا ہوا ہے جس میں والدین کے ساتھ احسان کا ذکر ہے سو تم اپنی والدہ پر رحم کرو اور ہمارے ساتھ واپس مکّہ چلو تم کو کچھ نہیں کہا جائے گا اور وہاں جا کر اپنے طریقہ پر عبادت کرتے رہنا جس طرح تم مدینہ میں عبادت کرتے ہو۔ دونوں بھائیوں کی باتیں سن کر عیاشؓ کے دل میں نرمی پیدا ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ مجھے کسی نئی مصیبت میں نہ ڈال دینا۔ جب حضرت عمرؓ کو ابوجہل اور حرث بن ہشام کی وجہ نزول کا علم ہوا تو آپ نے عیاشؓ کو کہا کہ یہ بہانے کے ساتھ تم کو مدینہ سے لے جانا چاہتے ہیں اور تمہیں اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور جہاں تک تمہاری ماں کی قسم کا تعلق ہے تو جب اس کے سر میں جوئیں پڑیں گی تو خود ہی نہا لے گی اور مکّہ کی جھلسا دینے والی دھوپ کی تمازت سایہ دار جگہ پر جانے پر مجبور کر دے گی۔ عیاشؓ نے کہا کہ میں ماں کی دلجوئی کرنا چاہتا ہوں اور مکّہ میں میرا کافی مال بھی ہے اس کو بھی میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا آدھا مال لے لو اور مت جاؤ لیکن عیاشؓ اصرار کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر تم جانے کا فیصلہ کر ہی چکے ہو تو میری اونٹنی لے جاؤ۔ یہ بہت اصیل اور تیز ہے اسی پر بیٹھے رہنا، اترنا مت۔ اگر راستے میں تمہارے بھائی تم سے دھوکا دہی کی کوشش کریں تو اونٹنی کو بھگا کر واپس آ جانا۔ راستے میں ابوجہل نے اپنے بھائی کو اپنے شیشے میں اتار لیا ہوا تھا۔ اس نے عیاش کو کہا کہ میری اونٹنی بوجھل چل رہی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ میں تمہارے پیچھے اونٹنی پر سوار ہو جاؤں۔ عیاشؓ مان گئے لیکن جب عیاشؓ اپنی اونٹنی سے اترے تو ابوجہل اور حرث بن ہشام نے اُن پر قابو پا لیا اور اُن کے ہاتھ باندھ کر لے آئے اور مکّہ پہنچ کر ابوجہل نے مکّہ والوں سے کہا کہ اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو جیسا کہ ہم نے اپنے بیوقوف کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے بعد ابوجہل نے بنی کنانہ سے تعلق رکھنے والے حرث بن یزید قریشی کی مدد سے عیاشؓ کو سو کوڑے مارے اور ان کو ہشام بن عاص کے ساتھ قید کر دیا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو ابوجہل کا غصہ دیدنی تھا۔

اُس نے اعلان کیا تھا کہ قریش نے جو سو اونٹوں کا اعلان کیا ہے وہ اس کے علاوہ سو اونٹ اس کو دے گا جو آپؐ کو پکڑ کر لائے گا۔

مدینہ میں مسلمانوں کی روزفزوں ترقی مشرکین کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی لیکن ان کا بس نہیں چلتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تو کفار کو احساس ہوا کہ مدینہ تو تجارتی رہگذر ہے گو یا اُن کے قافلے اب محفوظ نہ رہیں گے۔

مکہّ میں جنگ بدر سے پہلے حضرت عبدالمطلب کی ایک بیٹی عاتکہ (جن کے اسلام لانے کے بارہ میں اختلاف ہے) انہوں نے ایک خواب دیکھا اور اپنے بھائی عباسؓ بن عبدالمطلب سے کہا کہ میں نے ایک متوحش خواب دیکھا ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بڑی تباہی یا مصیبت آنے والی ہے اس لئے جو میں بتاؤں اس کو پوشیدہ رکھنا کیونکہ اگر قریش نے یہ بات سن لی تو ہماری زندگی اجیرن کردیں گے۔ عاتکہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص ابطح وادی میں اترتا ہے اور وہ اونٹنی پر سوار ہے۔ وہاں اس نے اونچی آواز میں لوگوں کو پکار کے کہا کہ اے لوگو: اے آل غُدر تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں میں چلنے کو تیار ہو جاؤ۔ پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اب وہ آنے والا مسجد یعنی کعبہ میں داخل ہو گیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہ وہاں بھی پوری قوت کے ساتھ پکارا پھر وہ ابوقبیس والی پہاڑی پر چڑھ گیا اور وہاں بھی اس نے وہی پکار دی اور وہاں سے ایک بہت بڑا پتھر لڑھکا دیا۔ وہ پتھر لڑھکتے لڑھکتے جب دامن میں پہنچا تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کے ریزے مکہ کے تمام گھروں میں پہنچے، خواب سن کر حضرت عباسؓ نے کہا کہ بہت عجیب خواب ہے، تم بھی اس کو پوشیدہ رکھو۔

حضرت عباسؓ نے یہ خواب اپنے دوست ولید بن عتبہ کو بیان کر دیا۔ اس نے یہ خواب اپنے والد عتبہ بن ربیعہ کو بتایا جس نے تمام سرداران مکّہ کو بتا دیا۔ اب سارے مکّہ میں عاتکہ بن عبدالمطلب کے خواب کی تشہیر ہوگئی۔ ابوجہل کو بھی پتہ لگ گیا۔ حضرت عباسؓ کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو ابوجہل نے کہا کہ ابوالفضل طواف کے بعد ملنا۔ طواف کے بعد حضرت عباسؓ ابوجہل سے ملے تو ابوجہل نے کہا کہ ابوالفضل! تم میں اس نبیّہ کا ظہور کب سے ہوا ہے؟ پھر اس نے عاتکہ والے خواب کے متعلق بات کی اور کہا کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو تمہارے خاندان میں مرد نبی تو ہے ہی اب عورتیں بھی پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگی ہیں۔ پھر ابوجہل نے کہا کہ عاتکہ نے کہا کہ تین دن میں ہوگا ہم تین دن انتظار کریں گے اور اگر یہ بات ثابت نہ ہوئی تو ہم تمہارے گھر کے اوپر لکھ کر لگا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔

اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سربراہی میں ایک دستہ نخلہ کی طرف دشمنوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ایک جھڑپ میں حضرت واقد بن عبداللہؓ نے عمر بن حضرمی مشرک کو قتل کر دیا اور اس کے مال پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اسی دوران ابوسفیان بھی قافلہ لے کر آ رہا تھا اور سارے عرب سرداروں نے اس میں پیسہ لگایا ہوا تھا۔ ابوسفیان انتہائی ہوشیار آدمی تھا اس کے جاسوسوں نے اس کو خبر دیدی کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے کوئی دستہ بھیجا ہے تو ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال دے کر تیار کیا کہ وہ مکّہ اس حالت میں جائے کہ اس کی اونٹنی کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اپنی قمیص کا آگے سے دامن اور پیچھے سے بھی پھاڑ لے اور دہائی دے کہ اے گروہ قریش! اپنے قافلے کی خبر لو۔ اگر محمدؐ اس مال پر قبضہ کر لیں گے تو تم ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاؤ گے۔

اب عاتکہ کے خواب کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ تین دن کے بعد ضمضم بن عمرو مکہ میں آتا ہے اور بعینہٖ خواب کے مطابق واویلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مدد کے لئے نکلو تمہیں ابوسفیان بلاتا ہے۔ اب قریش بہت گھبرائے اور جلدی جلدی جنگ کی تیاری کرنے لگ پڑے۔ مالی طور پر مضبوط لوگوں نے غریب لوگوں کی مدد کی اور ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ بڑے بڑے سردار لوگوں کو کوچ کرنے کے لئے اُکسانے لگے۔ سہیل بن عمرو نے تقریر کی کہ اے آل غالب! کیا تم اس بات کو برداشت کرلو گے کہ محمدؐ اور یثرب کے بے دین ساتھی تمہارے مال و دولت پر قبضہ کرلیں۔ تم میں سے جس کو مال کی ضرورت ہے تو میرا مال حاضر ہے۔ جس کو کھانے کی ضرورت ہے تو میرا رزق حاضر ہے۔ ابولہب بھی اس خواب کے عواقب سے ڈرتا تھا، اس نے چار ہزار عاص بن ہشام کو دئے کہ وہ اس جگہ جنگ میں جائے۔ اسی طرح ابوجہل نے بھی اس جنگ کے لئے لوگوں کو تیار کیا اور راستے میں کھانے کے لئے ابوجہل نے دس اونٹ بھی ذبح کئے۔ ابوجہل ہی اس لشکر کا مدار المہام تھا اور اس کو اپنے لشکر کی بہادری پر بہت گھمنڈ تھا۔ جنگی ساز و سامان میں بھی ابوجہل کا لشکر خود کفیل تھا اور ان کو اپنی کامیابی پہ یقین کامل تھا۔ ان کے نکلنے کا مقصد دراصل اسلام کی بیخ کنی کرنا تھا لیکن اللہ کی تدبیر زیادہ کارگر ثابت ہوئی اور ابوجہل کے تمام منصوبے نقش برآب ثابت ہوئے۔

جب میدان بدر میں میدان لگ گیا، فریقین آمنے سامنے صف آراء ہو گئے دونوں اطراف رجزیہ اشعار پڑھے جانے لگے کیونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا۔ مشرکین بھی یہ سمجھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں کیونکہ وہ ان باپ دادا کے بتوں کی پوجا کرتے آرہے ہیں جبکہ محمد ﷺ ان کو بتوں کی پوجا سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ ایک ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کو نئے دین کا موجد سمجھتے تھے۔ نعوذ باللہ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا دعویٰ دھوکا ہے۔ اس لئے وہ ہر حال میں نبی کریم ﷺ کا خاتمہ چاہتے تھے کیونکہ ان کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جب حج پر دُور دراز سے لوگ آتے ہیں تو نبی کریم ﷺ ان کو تبلیغ کرتے ہیں اور اُن کے بتوں کی مذمت کرتے ہیں۔ لوگ اللہ کے کلام کے اثر سے مسلمان ہوتے تھے۔ چنانچہ اب مشرکین یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر کے یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ مشرکین کی جنگ کی تیاری بھی تھی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں اور سامان حرب بھی اُن کے پاس ناکافی ہے۔ دوسرا مسلمانوں کے پاس تجربہ کار جنگجو بھی نہیں ہیں۔

اصل میں تو مشرکین ابوسفیان کے قافلے پر مسلمانوں کے حملے کے ڈر سے اکٹھے ہو کر آئے تھے کیونکہ اس تجارتی قافلہ میں بڑے مشرکین سرداران کا بھی مال تھا۔ اکثر مشرکین کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔ چنانچہ جب ابوسفیان کا قافلہ سمندر کے ساتھ ہوتا ہوا مکّہ پہنچ گیا تو اُس نے مشرکینِ مکّہ کو خط لکھا کہ ہمارا مقصد پورا ہو گیا ہے، اب وہاں مت رکو اور واپس آجاؤ۔

ابوسفیان کا خط دیکھا تو کئی سردارانِ مکّہ نے جنگ نہ کرنے کا ارادہ کیا جبکہ ابوجہل جنگ پر مصر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ قافلہ محفوظ مکّہ پہنچ گیا ہے تو ہم بدر میں اونٹ

ذبح کریں گے اور رقص اور موسیقی کی محفل لگائیں گے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے بغیر ہرگز واپس نہ جائیں گے۔ بنی زہرہ اور بنی عدی تو پہلے ہی مشرکین کی فوج کو چھوڑ کر واپس جا چکے تھے۔ بنو زہرہ کے سو آدمی لشکر میں تھے کیونکہ ابوسفیان والے قافلے میں ان کے قبیلہ کا تاجر بھی شامل تھا۔ چنانچہ بنوزہرہ کے سردار اُخنس بن شریک نے اپنے قبیلہ والوں کو کہا کہ ہمارا آدمی اور مال پہنچ گیا ہے اب ہم واپس جائیں گے۔ ابوجہل نے اُسے روکا تو اُس نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ محمدؐ جھوٹے ہیں؟ ابوجہل نے کہا کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یہاں تک کہ ہم ان کو امین کہتے ہیں لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ بنی عبدالمطلب کے خاندان کے پاس منصبِ سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز)، منصبِ رفادہ (حاجیوں کے طعام کا انتظام) اور منصبِ مشورہ کے ساتھ ساتھ نبوّت کا اعزاز بھی چلا گیا تو ہمارے لئے کیا بڑائی بچے گی! اس پر اُخنس بن شریک اپنے آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ اُس کو اُخنس اس لئے کہتے ہیں کہ اُخنس کے معنی پیچھے ہٹ جانے والے کے ہیں۔

گویا ابوجہل صرف اپنی خاندانی عصبیّت کی وجہ سے لڑنا چاہتا تھا۔ حکیم بن حزام نے بھی عتبہ بن ربیعہ کو کہا کہ اب لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ عتبہ بات کو سمجھ گیا اور اُس نے لوگوں سے خطاب کیا کہ اے گروہِ قریش! محمدؐ کے ساتھ جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ محمدؐ کے ساتھی ہمارے رشتہ دار ہیں۔ اگر ہم نے ان کو قتل کر دیا یا انہوں نے کسی کو قتل کیا تو قاتل کو بری نظر اور نفرت کے ساتھ دیکھا جائے گا۔ چنانچہ محمدؐ کو اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر اہلِ عرب اُس کو تاج پہنائیں گے تو تمہاری ہی عزت ہوگی ورنہ اہلِ عرب اُن سے خود ہی نبٹ لیں گے۔ اگر تم لوگوں کی واپسی میں کوئی شرم وحیا آڑے آرہی ہے تو اس کا تمام ملبہ مجھ پر ڈال دو۔ تم سب جانتے ہو کہ میں بزدل یا ڈرپوک نہیں ہوں۔ اُس وقت عتبہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت حمزہؓ کو بلانے کا ارشاد فرمایا کیونکہ وہ مشرکین کے لشکر کے قریب تھے اور پھر اُن سے دریافت فرمایا کہ یہ سرخ اونٹ والا کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت حمزہؓ نے بتایا کہ وہ عتبہ بن ربیعہ ہے اور اُس کی بات بیان کی۔

قبل ازیں جس واقعہ میں عمر بن حضرمی قتل ہو گیا تھا، اُس کا قبیلہ عتبہ کا حلیف تھا اور عتبہ نے اس کے خون بہا اور مال کے برابر رقم کا ذمہ بھی لیا تھا۔ جب حکیم بن حزام نے عتبہ کا پیغام ابوجہل کو دیا تو ابوجہل زرہ بند پہن کر ہتھیار لگا رہا تھا۔ عتبہ کا پیغام سن کر وہ آگ بگولہ ہو گیا اور بڑی حقارت کے ساتھ کہا کہ عتبہ بزدل ہو گیا ہے۔ ابوجہل نے عمر بن حضرمی کے بھائی عامر بن حضرمی کو کہا کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ لے اور اپنے بھائی کے خون کا واویلا کرے۔ عامر حضرمی نے جب اپنے بھائی کا نام لے کر واویلا کیا تو چاروناچار عتبہ نہ چاہتے ہوئے بھی جنگ کے لئے راضی ہو گیا۔ تب ابوجہل نے تیار ہو کر دعا کی کہ ہم نے آج خونی رشتوں کے سب علاقوں کو ختم کر دیا ہے، ہمارے سامنے ایک ایسی چیز لائی گئی ہے جس کو ہم نہیں جانتے اس لئے ایسی چیز لانے والے کو ہلاک کر دے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اے اللہ! تیرے نزدیک ہم میں جو زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہو، اے اللہ! ہم میں حقانیت اور سچائی کے لحاظ سے جو بہتر ہے آج اس کی مدد فرما۔

ابوجہل کی دعا کے جواب میں سورۃ الانفال کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ...... (آیت20)

ترجمہ: (پس اے مومنو!) اگر تم فتح طلب کیا کرتے تھے تو فتح تو تمہارے پاس آگئی۔ اور (اے منکرو! اب بھی) اگر تم باز آجاؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (شرارت کا) اِعادہ کرو گے تو ہم بھی (عذاب کا) اِعادہ کریں گے اور تمہارا جتھا تمہارے کسی کام نہ آئے گا خواہ کتنا ہی زیادہ ہو اور یہ (جان لو) کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

جنگ کے دوران ابوجہل اپنے لشکر کے بہادروں کے محاصرے میں تھا کہ دو انصاری نوجوان حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا کہ چچا، ابوجہل کونسا ہے؟ حضرت عبدالرحمان نے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ جو زرہ بند اور اپنے لشکریوں کے محاصرے میں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں انصاری بچے ابوجہل کے پاس پہنچ گئے اور معاذ بن عمروؓ نے موقع پاتے ہی ابوجہل کی پنڈلی پر وار کیا اور ابوجہل کی پنڈلی کھجور کی گٹھلی کی طرح کٹ گئی۔ ابوجہل زخم کھا کر زمین پر گر پڑا۔ قریب موجود ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے جب اپنے باپ کو مجروح دیکھا تو اس نے حضرت معاذؓ پر وار کیا اور حضرت معاذ کا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ معوّذؓ کو موقع ملا تو انہوں نے تلوار سے حملہ کیا اور ابوجہل کو ادھ مؤا کر دیا لیکن ابھی مکمل جہنم واصل نہ ہوا تھا اور زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ جب ابوجہل کو یہ معلوم ہوا کہ یہ دو انصاری تھے تو ابوجہل نے کہا کہ کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اَور نے مارا ہوتا۔

جنگ بدر میں ستر مشرکین جہنم واصل ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوجہل کی لاش کی تلاش کی جائے کیونکہ وہ ہماری امّت کا فرعون ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اس امّت کا فرعون بچ کے نہ نکلا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اُس کی شناختی نشانی یہ ہے کہ اس کے گھٹنے پر زخم کا نشان ہے۔ اور یہ زخم کا نشان اس کو اس طرح لگا تھا کہ بچپن میں مَیں اور ابوجہل عبداللہ بن جدعان کے ہاں دعوت میں گئے اور کسی بات پر ہماری تکرار ہوئی تو مَیں اُس کے مقابلے میں دُبلا پتلا تھا پر میں نے ابوجہل کو دھکا دیا تو یہ گر گیا تھا اور اس کے گھٹنے پر چوٹ آئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کو تلاش کیا تو وہ ابھی زندہ تھا۔ وہ مکّہ میں آپؓ کو تھپڑ مارا کرتا تھا۔ آپؓ اُس کے سینے پر چڑھ گئے۔ اُس نے کہا کہ چرواہے تجھے علم نہیں ہے کہ تو اونچی جگہ پر چڑھ گیا ہے (یعنی مرتے وقت بھی اس کا تکبر ختم نہ ہوا تھا)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن! دیکھ اللہ نے تجھے کیسے ذلیل ورُسوا کیا ہے۔ وہ بولا کہ میں تو ایک بڑا سردار ہوں کیونکہ قوم کا ستون قوم کا سردار ہوتا ہے۔ میرا قتل کر دینا میرے لئے کیا شرم کی بات ہو سکتی ہے۔ اگر کسانوں (انصاری صحابہ) کے علاوہ کسی اَور نے مجھے قتل کیا ہوتا تو یہ بات میرے لئے زیادہ فخر کی ہوتی اور میری شان اور حیثیت کے مطابق ہوتی۔ مگر اے چرواہے! تُو اُونچی جگہ کھڑا ہے، ذرا یہ تو بتا آج فتح اور کامیابی کس کو حاصل ہوئی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مشرکین کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کی گردن کاٹنے کا قصد کیا تو ابوجہل نے کہا کہ میری گردن مونڈھے کے قریب سے کاٹنا تا کہ پتہ لگے کہ یہ کسی سردار کی گردن ہے (یعنی ذرا گردن لمبی ہو)۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے دشمنِ اسلام! تیری یہ آخری حسرت بھی پوری نہیں ہوگی۔ پھر آپؓ نے اُس کا سرتن سے جدا کر دیا اور لا کر نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا تو نبی کریم ﷺ نے پانچ سجدے اللہ کے حضور کیئے۔

مباحثہ مُدّ اور رسالہ ''اعجاز احمدی''

(عبدالرحمن شاکر)

موضع مُدّ ضلع امرتسر کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی میاں محمد یوسف صاحب ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کے والد پشاور کی طرف تحصیلدار تھے لہٰذا عرصہ سے ان کا دوسرا وطن مردان ہی تھا۔ وہاں پر میاں محمد یوسف صاحب اپیل نویس تھے اور شہر میں اچھے صاحبِ رسوخ تھے۔ یہ تین بھائی تھے، ایک محمد یعقوب تھے اور ایک کا نام اب یاد نہیں۔ تینوں احمدی تھے۔

گاؤں کے اکثر لوگ مذہبی بات چیت کرتے رہتے اور حضرت اقدسؑ کی پیشگوئیوں کو سامنے رکھ کر مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میاں محمد یوسف صاحب لاہور سے اپنے وطن مُدّ کو جا رہے تھے تو ان کے ایک غیر احمدی دوست احمد علی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ باتوں باتوں میں احمد علی صاحب نے تجویز کیا کہ کیوں نہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کا تبادلہ خیال ہو جائے اور لوگ خود ہی سمجھ لیں گے کہ حق کس طرف ہے۔ انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو لائیں گے اور بات طے ہو گئی۔ میاں محمد یوسف صاحب قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ سلسلہ کے کسی عالم کو بھجوایا جائے۔ حضورؑ نے میاں صاحب کو سمجھایا کہ ایسے مناظروں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر میاں صاحب نے اصرار کیا کہ کسی موزوں آدمی کو بھجوائیں۔ لہٰذا حضور نے حضرت سیّد سرور شاہ صاحبؓ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور اپنے ہمراہ مولوی عبداللہ صاحب کشمیری کو بھی لے جائیں۔ اس پر میاں صاحب اس وقت تک حضور کی تمام شائع شدہ تصنیفات لے کر اپنے گاؤں چلے گئے۔

یہ مباحثہ موضع مُدّ کے ایک بڑے درخت کے نیچے مورخہ 29 و 30/ اکتوبر کو ہوا۔ سامعین کے لئے چٹائیاں بچھا دی گئی تھیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے صرف تین اصحاب اور غیر احمدی اصحاب تقریباً تین صد موجود تھے۔

دوپہر کے کھانے کے وقفہ میں میاں صاحب کے مکان سے ملحق باغ میں حضرت مولوی سرور شاہ صاحب بیٹھے تھے کہ اس گاؤں کا ایک شریف طبع لوہار وہاں آیا اور کہنے لگا کہ میں ان مولویوں کی باتیں سن کر آیا ہوں میرا اندازہ ہے اب نماز کے بعد مناظرہ نہیں بلکہ فساد ہوگا۔ مولانا سرور شاہ صاحب نے فوراً ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ رب العزت میں دُعا کی۔ خیر دو دن مباحثہ جاری رہا۔ حضرت مولوی صاحب واپس قادیان پہنچے تو حضورؑ نے شام کی مجلس میں تمام حالات تفصیل سے سنے اور پھر دس بارہ دن تک ہر مجلس میں یہ مباحثہ آتا رہا۔

مورخہ 7 نومبر 1902ء کو حضورؑ بٹالہ تشریف لے گئے۔ تو کچہری میں میاں محمد یوسف بھی آئے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر حضور نے فرمایا:

''آپ ایک دینی جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔ میں نے ایڈیٹر الحکم کو حکم دے دیا ہے کہ وہ سارا مباحثہ چھاپ دیں۔ جو زائد کاپیاں آپ کو مطلوب ہوں ان سے لے لیں۔ زائد اخراجات آپ کو برداشت نہیں کرنے پڑیں گے اور ثواب بھی ہو گیا۔ آپ دیکھتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ جلدی اس سلسلہ کو پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس سلسلہ کو دنیا میں پھیلائے۔''

(اخبار الحکم 10 نومبر 1902ء)

مباحثہ مُدّ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے تین باتیں خاص طور پر کہی تھیں:

1۔ مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔

2۔ وہ مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

3۔ رسالہ ''اعجاز المسیح'' کوئی معجزہ نہیں ہے۔ میں اگر چاہوں تو ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی زائد اور خارج از موضوع باتوں کو چھوڑ کر انہی تینوں باتوں کا جواب دینے کے لئے رسالہ ''اعجاز احمدی'' لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے 8/ نومبر 1902ء سے شروع کر کے 12/ نومبر تک ختم کر لیا۔ کُل 77 صفحات ہیں۔ 38 صفحے اردو کے اور باقی 39 صفحے ایک فصیح و بلیغ عربی نظم ہے۔ جس کے کُل 533/ اشعار ہیں۔ نیچے ہر شعر کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس نظم کی مثل لانے کے لئے حضورؑ نے (۱) مولوی ثناء اللہ صاحب (۲) پیر مہر علی شاہ صاحب (۳) مولوی اصغر علی روحی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (۴) شیعہ مجتہد مولوی علی حائری صاحب (۵) مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور (۶) قاضی ظفر الدین صاحب پروفیسر عربی و فارسی اورینٹل کالج لاہور (جو عربی رسالہ نسیم الصبا کے ایڈیٹر بھی تھے۔) کو خاص طور پر مخاطب کیا اور ساتھ ہی دس ہزار روپے کا انعام بھی رکھا کہ جو صاحب جواب لکھیں گے ان کو دیا جائے گا۔ جواب دینے کے لئے حضور نے 10/ دسمبر 1902ء آخری حد مقرر فرمائی۔

کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ سلطان القلم کے مقابلہ میں آتا۔ ہاں قاضی ظفر الدین صاحب نے چند اشعار لکھے ہی تھے کہ طاعون سے ہلاک ہو گئے۔ یہ چیلنج آج بھی خدا کے فضل سے قائم ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

حضورؑ کو اپنے حق پر ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ حضور نے تحریر فرمایا:

''اگر میعاد کے اندر مخالفوں کی طرف سے اس کا جواب مطلوبہ شائع ہو گیا تو میں نیست و نابود ہو گیا اور جماعت کو چاہیے کہ مجھے چھوڑ دے۔''

حضورؑ نے مولوی ثناء اللہ صاحب پر حجت تمام کرنے کے لئے 16/ نومبر 1902ء کو مولانا سیّد سرور شاہ صاحب کو امرتسر بھجوایا کہ ان کو رسالہ ''اعجاز احمدی'' دے کر آئیں۔ دیگر تمام احباب کو بھی بذریعہ رجسٹری کتب بھجوا دی گئیں۔ اشتہار انعامی دس ہزار روپے میں حضور نے یہ بھی لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب چاہیں تو قادیان آکر میری ہر ایک پیشگوئی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ آنے جانے کے اخراجات میں ادا کروں گا۔

چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب بغیر کسی اطلاع کے 10 جنوری 1903ء کو یکا یک قادیان پہنچ کر آریوں کے مندر میں ٹھہرے جو حضرت اقدسؑ کی مخالفت کا اڈہ تھا۔ ظاہر ہے کہ تحقیق حق کے لئے یہ رویہ قطعاً مناسب نہ تھا۔ اور آتے ہی ایک

رقعہ بغیر سلام مسنون کے لکھا۔ دراصل مولوی صاحب کو یاد تھا کہ "انجام آتھم" میں حضورؑ لکھ چکے ہیں کہ آئندہ وہ مباحثات سے مجتنب رہیں گے جو طریق اب مولوی صاحب اپنانا چاہتے تھے وہ لازماً مناظرہ ہوجاتا تھا۔ نیز مولوی صاحب قادیان اس وقت آئے جب حضورؑ مولوی کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم جانے کے لئے تیاری کر رہے تھے یعنی 17؍جنوری 1903ء کو وہاں حاضری تھی۔

تاہم حضورؑ نے 11؍جنوری کو مولوی صاحب کے رقعہ کا جواب لکھا کہ چونکہ مَیں قسم کھا کر "انجام آتھم" میں لکھ چکا ہوں کہ گروہ مخالفین سے آئندہ مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن اب بھی اگر کوئی طالبِ حق بن کر آئے اور شبہات دُور کرانا چاہے تو تیار ہوں۔ یہ چیز مولوی صاحب کے ذہن میں ہرگز نہ تھی۔ لہٰذا مولوی ثناء اللہ صاحب خود ہی واپس امرتسر چلے گئے۔

ایک دفعہ میاں محمد یوسف صاحب قادیان میں اپنے داماد حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سٹیشن ماسٹر دارالبرکات کے ہاں مقیم تھے۔ میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا کہ مباحثہ مُدّ کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہوا ہے کوئی نئی بات سنائیں۔ فرمانے لگے کہ وہاں کی مسجد میں نے اپنے خرچ سے بنوائی تھی۔ اس مسجد کے صحن میں چیونٹیوں نے ایک بڑا سا بل بنا لیا۔ اس پر کچھ لوگ مذاق کرنے لگے کہ دیکھو یہ بربادی کا نشان ہوتا ہے۔ میں نے بہت دوائیں چھڑکائیں مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ایک دن تنگ آکر میں نے بہت دعا کی۔ اور دعا کے بعد ان چیونٹیوں سے مخاطب ہوکر بلند آواز سے کہا کہ دیکھو یہ مسجد مسیح موعودؑ اور ان کے مریدوں کی ہے۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ کی حکمت کہ تین دن میں وہ چیونٹے وہاں سے غائب ہوگئے۔ پھر میں اُن لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ دیکھو ایک ہی فقرے سے کام بن گیا ہے۔

مباحثے کے بعد مُدّ میں طاعون سے تقریباً نصف آبادی ہلاک ہوگئی تو وہاں کی مستورات اکثر کہا کرتی تھیں کہ بعض لوگوں نے خواہ مخواہ مرزا صاحب سے مخالفت کر کے یہ مصیبت گھڑی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ 1922ء میں جب قادیان کے غیر احمدیوں نے جلسہ کیا جو ڈاکٹر گوربخش سنگھ کی دوکان کے پیچھے سکھوں کے احاطہ میں ہوا تھا تو مولوی ثناء اللہ دوبارہ قادیان میں آئے اور جلسہ میں اعلان کیا کہ مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اس طرح مل سکتا ہے کہ ان کی قبر اکھیڑ کر دیکھ لیا جائے اگر تو نعش صحیح سالم ہوئی تو سچے ہوں گے اور اگر نعش خراب ہوگئی ہو تو جھوٹے۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ (جو مولوی ثناء اللہ کے استاد بھی تھے) نے اپنے بعض شاگردوں سے کہا کہ مجھے ان کے پاس لے چلو قاضی صاحب بہت ضعیف تھے۔ شاگرد سہارا دے کر مولوی صاحب موصوف کی قیام گاہ پر لے گئے۔ قاضی صاحب کی آمد کی خبر سن کر وہ دروازے پر آگئے۔ قاضی صاحب نے پنجابی میں کہا:

"اوئے ثناء اللہ تینوں شرم نہیں۔ کس نوں گالاں کڈھدا ایں۔ میں تیرا استاد ایں۔ میں وی مرزا نوں من لیا اے پر توں مخالفت وچ ودھدا جاندا ایں۔"

اور مولوی ثناء اللہ ہمہ وقت استاد کے سامنے دم بخود خاموش نگاہیں نیچی کئے کھڑے رہے۔ اور ایک لفظ نہ بولے۔ حتیٰ کہ قاضی صاحب خود ہی واپس چلے گئے۔ میں پاس کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اسی مکان میں ٹھہرے تھے جہاں لیکھرام ٹھہرا تھا۔

صحتمند زندگی گزارنے کے لئے

ایک خصوصی ڈائیٹ پلان

(احمد طارق مبشر)

کچھ عرصہ قبل خاکسار کے تجربہ میں ایک ایسا ڈائیٹ پلان آیا جس پر عمل کرنے کے نتیجے میں محض چند ہی ہفتوں میں نہ صرف وزن کئی کلو کم ہوگیا بلکہ کئی امراض میں بھی واضح کمی ہوئی۔ افادۂ عام کے لئے یہ ڈائیٹ پلان درج ذیل ہے۔

چند اہم ہدایات

☆ ڈائیٹ شروع کرنے کے پہلے ہفتے میں تین وقت کھانا کھا سکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ شام 7 بجے کے بعد صرف پانی یا گرین ٹی وغیرہ لیں، ٹھوس غذا نہ کھائیں۔

☆ ہفتے میں ایک یا دو بار حسب توفیق روزہ رکھنے کا اہتمام کریں۔ اگر پورا روزہ رکھنا مشکل ہو تو صرف کھانے سے پرہیز کرلیں یا پھر صرف پانی کا روزہ رکھ لیں۔

☆ تھوڑی سی جسمانی ورزش بھی کرنا شروع کریں بے شک پیدل چلنا ہی ہو۔ اس کا وقت بڑھا کر ایک گھنٹے تک لے جائیں۔

☆ ٹینشن فری رہنے کی کوشش کریں۔ مثبت سوچیں اور خوش رہیں۔ رات دس گیارہ بجے تک سونے کی کوشش کریں۔

☆ اس ڈائیٹ کے دوران بلڈ پریشر اور کولیسٹرول کی دوا ضرور لیتے رہیں لیکن ذیابیطس کے مریض اگر انسولین لگاتے ہیں یا دوا لیتے ہیں تو اس کا استعمال ترک کردیں۔ تاہم ان امراض کو مانیٹر ضرور کرتے رہیں۔

☆ ہر کھانے سے نصف گھنٹہ قبل ایک ٹیبل سپون Apple Cider Vinegar کو ایک گلاس پانی میں مکس کر کے پی لیں۔ ڈائیٹ کے شروع کے ایام میں اگر متلی کی کیفیت پیدا ہو تو پانی میں نمک ڈال کر پی لیں۔ اسی طرح ایک کھانے سے دوسرے کھانے کے درمیان اگر بھوک لگے تو Nuts وغیرہ لے سکتے ہیں۔ ڈائیٹ پلان شروع کرنے کے بعد قبض کی شکایت ہو تو اسپغول یا تخم ملنگا کا استعمال کرلیں۔ اہم بات یہ ہے کہ روزانہ بارہ گلاس پانی کا استعمال ضرور کریں۔

جو چیزیں کھا سکتے ہیں

سبز رنگ کی تمام سبزیاں اور بیریز (چیری، سٹرابری، بلیو بیری اور کرینبری وغیرہ)

ہر قسم کی مچھلی۔ ہر طرح کا گوشت اور انڈے

دیسی گھی + زیتون اور ناریل کا تیل + پنیر (Cheese) اور Avacado

جو چیزیں نہیں کھا سکتے

چاول یا گندم سے بنی ہوئی چیزیں + ہر قسم کی دالیں + ہر قسم کے سیریل (Cereal)

چینی اور چینی سے تیار شدہ تمام اشیاء + شہد

آلو + شکرقندی + مولی + میٹھے پھل نیز دودھ اور دہی

Processed Food اور Refined Oil
